فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

رکعاتِ قیامِ رمضان

معہ

اقوالِ اصحابِ النعمانؒ

* بیس رکعات والی روایت کا باتفاق محدثین ضعیف اور متروک ہونا
* زمانہ خلافت راشدہ سے تیسری صدی ہجری کے خاتمہ تک مسجد نبوی میں بیس تراویح کا ثبوت نہ پایا جانا تاریخی حیثیت سے ملاحظہ فرمائیں

مرتبہ

حکیم محمد اشرف سندھو عفا اللہ تعالیٰ عنہ

شائع کردہ

دار الاشاعت اشرفیہ سندھو بلو کی ضلع لاہور

بار دوم، تعداد ۲۰۰۰ — ([illegible] برقی پریس لاہور) — قیمت [illegible] روپے

[illegible]

[illegible] مؤلف علیہ الرحمۃ

طبع دوم

اگست ۷۸ء

ثنائی برقی پریس لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ثالث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول تراویح یا حضرت عمر رض کے احیاء تراویح کی تعداد رکعات میں قطعاً اختلاف نہیں، کیونکہ بالاتفاق ائمہ و فقہاء احناف اور تمام محدثین وہ گیارہ رکعت مع الوتر ہی ہیں۔

تعداد رکعات کا اختلاف بعد کا اجتہادی اختلاف ہے جو لمبی قرأت اور کثرت رکوع و سجود کی افضلیت اور مقتدیوں کی سہولت کے سبب سے واقع ہوا۔ یعنی قرأت کو مختصر کر کے بجائے گیارہ کے رکعتوں میں اضافہ شروع کر دیا اور تعداد بیس ۲۰، چھتیس ۳۶، اکتالیس ۴۱، چونتیس ۳۴، چھیالیس ۴۶، اڑتیس ۳۸، چالیس ۴۰ تک بڑھا دی گئی۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کا تاریخی معمول تراویح ایسی ہی وحدہ باب ہے بلکہ ما بعد خلافت عمری تک جو فقہائے احناف کو بھی مسلم ہے۔

اصل کو لیجئے امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ سے بیس ۲۰ رکعات منقول ہیں۔

اول بات حضرت عمر رض، دیگر اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم، کبار تابعین اور اتباع تابعین کے سرتاج مالک مدینہ رحمہم اللہ سے تراویح با جماعت پڑھنا ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عمر کا اجتہاد کی افضلیت کا فتوی ائمہ احناف بھی تسلیم کرتے ہیں۔

امام مالک، شافعی اور حنفی امام ثانی قاضی ابو یوسف اور محمد کی فتویٰ

حنفی امام طحاوی رحمہ اللہ سے بھی تراویح باجماعت سے تہجد کی افضلیت منقول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام السنۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ تراویح میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

روی فی ھذا الوان لم یقض فیہ بشیٔ (جامع ترمذی)

مسئلہ تراویح میں اتنے مختلف اقوال عہد صحابہؓ سے مروی ہیں کہ ان میں کسی قول کے متعلق قطعی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔

حجۃ الاحناف علامہ عینی نے اسے یوں لکھا ہے۔

اختلف العلماء فی العدد المستحب فی قیام شہر رمضان علی اقوال کثیرۃ (عمدۃ القاری)

ترجمہ: مستحب تعداد رکعات تراویح میں علمائے سلف رحمہم اللہ کا بہت اختلاف ہے۔

چنانچہ تفصیل کے ساتھ دس اقوال گنائے ہیں، جن میں سے آٹھ نمبر اوپر ذکر ہو چکے ہیں اور نواں، دسواں قول تیرہ اور گیارہ رکعت پڑھنے کا ہے جو کہ اصل سنت ہیں۔

لیکن بعض ضدی اور متعصب تمام کی تمام اجتہادی تعداد رکعات کو کالعدم قرار دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کے مسلم معمول گیارہ مع الوتر کو بھی غلط ثابت کرتے ہوئے صرف کوفی معمول بیس رکعات کو ہی سنت ثابت ظاہر کرنے پر کمربستہ ہیں۔

بنا بریں متوکلاً علی اللہ حق کی حمایت میں قلم اٹھایا گیا ہے اور فیصلہ یہ کیا ہے کہ اصل مسئلہ کا ثبوت حنفی مذہب کی مسلمہ کتب اور نامور ائمہ و فقہائے

احناف رحمہم اللہ سے ذکر کیا جائے۔ تائید میں غیر حنفی محققین کو پیش کیا جائے تاکہ حنفی و دیگر مقلدین کو ثابت ہو جائے کہ ہمارے اسلاف بیس رکعات تراویح کو قبول کرنے کے باوجود گیارہ رکعت مع الوتر کو اصل سنت اعلان فرماتے گئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی عاملین سنت پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

پس رسالہ کا نام ہی رکعات قیام رمضان من اقوال اصحاب الفضائل تجویز کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول کر وا کر ہمیں جنت الفردوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس سے سرفراز فرمائے اور مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

العبد المذنب :
الراجی الیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ حکیم محمد اشرف سندہو عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ فِیْمَنْ اِبْتَدَ مِنْ سَمَاءٍ تَجْعَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ - اَمَّا بَعْدُ

اصل مسئلہ سے پہلے خود حنفی مذہب کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ منسوب تو سیدنا امام ابو حنیفہؒ سے ہے لیکن جیسے دیگر ائمہ مذاہب امام مالکؒ شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کی تصانیف موجود ہیں نہ امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں - جس پر ان کے مذہب کا دارومدار سمجھا جائے -

آپ کی زندگی کے حالات لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ :

"آپ نے تیس سال کی جانفشانی سے چالیس ذی علم شاگردوں کی معیت میں اپنے فقہی اور اجتہادی مسائل کو کتابی صورت میں ہزار ہا ابواب اور لاکھوں مسائل پر مرتب کروایا تھا - لیکن عقیدت مندوں کی غفلت و لاپرواہی کہئے یا احسان فراموشی کہ وہ کتاب یا مسودہ اس طرح گم کیا کہ شیعہ حضرات کے امام غائب کو بھی اب تک اس کا علم نہیں ہو سکا" [٢] ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قدوری ، ہدایہ ، کنز اور شرح وقایہ وغیرہ کتب فقہ حنفی جو درسی کتابیں سمجھی جاتی ہیں اور جن پر حنفی مذہب کا دارومدار ہے - یہ سب امام صاحبؒ کی وفات (۱۵۰ھ) کے صدیوں بعد لکھی گئی ہیں - چنانچہ ان مصنفین کی وفات بالترتیب

---

[١] امام مالکؒ کی موطا ، مدونۃ الکبری اور شافعیؒ کی کتاب الام اور مسند وغیرہ محدثین کے ہاں متداول رہی ہیں مسند امام احمد بن حنبلؒ تو احادیث کے لئے معیار اور کسوٹی ہے - [٢] تفصیل کے لئے میزان شعرانی یا سیرۃ النعمان مؤلفہ شبلی نعمانی پڑھیے -

سنہ ۲۲۸ھ، سنہ ۵۹۲ھ، سنہ ۶۱۰ھ اور سنہ ۶۴۵ھ میں ہوئی۔

جس سے ظاہر ہے کہ ان کتب کے مصنفین کو حضرت امامؒ کے شاگردوں کے شاگردوں کی ملاقات تک میسر نہیں ہوئی، لیکن فقہی سلسلہ کو منضبط کرنے کے لئے فقہاء احناف میں ایک مثل مشہور ہے:

"ان الفقه زرعه عبد الله بن مسعود وسقاه علقمة وحصده ابراهيم النخعي وداسه حماد وطحنه ابو حنيفة وعجنه ابو يوسف وخبزه محمد وسائر الناس يأكلون" (تمهيد الفوارق لمن طالع كتب الفتاوى مطبوعه قاہرہ)

اس کا ترجمہ نہایت الاوطار اردو ترجمہ درمختار کے الفاظ میں یہ ہے:

"فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا، علقمہ نے سینچا، ابراہیم نخعی نے کاٹا، حماد نے صاف کیا، ابوحنیفہ نے پیسا، ابو یوسف نے آٹا گوندھا اور محمد نے روٹیاں پکائیں، باقی سب کھانے والے ہیں" (جلد اول ص ۲۵)

اس مثل سے ظاہر ہے کہ امام محمدؒ ہی حنفی مذہب کے شعبہ نشر و اشاعت کے ناظم اعلیٰ ہیں جنہوں نے قاضی ابو یوسفؒ کے اشارہ سے اس خدمت کو انجام دیا۔

گویا کہ حنفی مذہب کا اصل اثاثہ امام محمدؒ کی مصنفہ کتب ہی ہیں، جن میں سے موطا امام محمد اور کتاب الآثار، احادیث و آثار کی شکل اور مبسوط، جامع الصغیر وغیرہ اجتہاد و فقہ کا مخزن ہیں۔

لہٰذا ہم مسئلہ تراویح کو موطا امام محمد کی روایات سے شروع کرتے ہوئے دوسرے نامور ائمہ و فقہاء احناف کے استدلال کریں گے وباللہ

التوفیق وھو المستعان وعلیہ التکلان

لفظِ تراویح قرآن مجید میں نہیں اور نہ ہی کتب احادیث میں ہے۔ بلکہ کتب صحاح اور شروح میں تراویح کے مسئلہ کو "قیام شہر رمضان" کے عنوان سے لکھا گیا ہے حتیٰ کہ کتب فقہ حنفی، قدوری، ہدایہ، کنز، اور شرح وقایہ میں بھی تراویح کو باب قیام شہر رمضان کے الفاظ سے ہی ذکر کیا گیا ہے۔

ہاں لغت عرب سے پتہ چلتا ہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے لفظی معنی "ایک بار آرام کرنا ہے"۔ چنانچہ مصنفین کتب مذکورہ نے یوں لکھا ہے:۔

یستحب ان یجتمع الناس فی شہر رمضان بعد العشاء فیصلی بہم امامہم خمس ترویحات فی کل ترویحۃ تسلیمتان ویجلس بین کل ترویحتین بقدر ترویحۃ (قدوری، ہدایہ شرح وقایہ باب قیام شہر رمضان)

ترجمہ: مستحب ہے کہ ماہ رمضان میں عشاء کے بعد لوگ جمع ہوں اور ان کا امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے، ہر ترویحہ میں دو سلام ہوں اور دو ترویحوں کے درمیان (چار رکعت کے بعد) ایک ترویحہ (چار رکعت) کی مقدار بیٹھے

(اشراق نوری ترجمہ قدوری ص۳۴)

ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت کے اندازہ برابر بیٹھے (ہدایہ اردو ص۱۲)

گویا کہ تراویح اسی صورت صحیح و مستحق ثواب ہوں گی جب کہ ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت پڑھنے کے وقت کے برابر بیٹھے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو حنفی مذہب کی مخالفت لازم آئے گی۔

حنفی دوست تعدادِ رکعات کے متعلق تو صرف بیس ہی پر تل جاتے ہیں

لیکن تراویح کے بعد بآرام بیٹھنے سے عملاً انکاری ہیں ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت ہی ثابت ہیں

امام محمدؒ نے اپنی کتاب حدیث موطا باب قیام شہر رمضان میں چار حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے حدیث اول کا ماحصل یہ ہے :-

" حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی میں صرف ایک ہی رمضان شریف کے آخری عشرہ میں بغیر اطلاع دیئے صحابہ کے ایک رات کافی وقت گذرنے کے بعد مسجد میں اول رات قیام رمضان و تراویح پڑھنا شروع کر دیا۔

پس جن صحابہ کو آپ کے قیام کا علم ہوا وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہو گئے۔ یہ حال معلوم کر کے دوسری رات .... زیادہ تعداد تراویح باجماعت پڑھنے کو حاضر ہوئی اور آپ نے سحری کے وقت تک قیام فرمایا۔ صبح جب کہ زیادہ چرچا ہوا تو تیسری رات پہلی دونوں راتوں سے زیادہ صحابہؓ شریک جماعت ہوتے تھے کہ چوتھی رات شہرت عام ہو جانے کے سبب سے صحابہ بہت زیادہ اکٹھے ہو گئے لیکن آپ تراویح پڑھانے کو تشریف فرما نہ ہوئے۔ فلما اصبح قال قد رایت الذی قد صنعتم البارحة فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الا

انی خشیت ان یفرض علیکم الحدیث جب آپ نمازِ صبح سے فارغ ہوتے، فرمایا:

"تمہارا شوق وغیرہ سب کچھ دیکھا لیکن جماعت کرانے کو اس ڈر سے نہ آیا کہ کہیں یہ نمازِ تراویح تم پر فرض ہی نہ ہو جائے۔

(پس اس وجہ سے تا عینِ حیات آپ نے تراویح نہ پڑھائیں)

چونکہ مذکورہ حدیث میں تعداد رکعات تراویح کی تفصیل نہ تھی، لہٰذا امام محمدؒ نے دوسری حدیث یوں نقل کی ہے:

"عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا الحدیث

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے اپنے استاذ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا:

"اماں جان! مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان یا نمازِ تراویح کی تفصیل بتلایئے کہ آپ کیسے پڑھا کرتے تھے؟

پس حضرت صدیقہؓ نے فرمایا:

"بیٹا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا، رمضان شریف ہو تو بھی اور غیر رمضان ہو تو بھی آپ گیارہ رکعات مع الوتر سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

پہلی چار رکعت اس قدر لمبی قرأت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدوں سے پڑھتے کہ ان کی حسن وخوبی ہی نہ پوچھ۔ پھر اس کے بعد دوسری چار رکعت بھی اسی انداز سے پڑھتے اور بعدہٗ تین وتر پڑھتے۔"

حنفی مذہب کے امام نے اپنی مجتہدانہ بصیرت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان یا تعداد رکعات تراویح کو ظاہر کرنے کی غرض سے اس حدیث کو باب قیام شہر رمضان میں درج کیا ہے۔

پس اگر یہ حدیث تراویح کی مظہر نہ ہوتی اور اس سے مراد صرف تہجد ہوتی تو امام محمدؒ اس حدیث کو قیام اللیل میں درج فرماتے جو کہ اس باب سے پہلے دوسری احادیث سے ثابت کر چکے ہیں۔

اب اس حدیث کو تہجد سے علیحدہ قیام شہر رمضان کے باب میں درج کرنے سے اظہر من الشمس ہے کہ تہجد و تراویح دراصل ایک ہی نماز ہے جو کہ وقت اور صورت ادائیگی کی تبدیلی کے سبب سے علیحدہ علیحدہ دو ناموں سے موسوم ہے۔

۲۔ امام محمدؒ کی فقاہت سے قطع نظر خود الفاظ حدیث ہی اس امر کا ثبوت ہیں کہ سائل نے چونکہ قیام رمضان کی کیفیت کے متعلق سوال کیا ہے لہذا حضرت صدیقہؓ نے قیام رمضان یا تراویح کے ہی چشم دید حالات بتلائے ہیں۔

۳۔ مذکورہ کے علاوہ لفظ ابداً تراویح کی شہادت ہے کہ آپ دو تین راتوں سے قیام رمضان فرمایا کرتے تھے ورنہ تہجد کی نماز میں ابداً کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ مثلی مثنی سے مروی ہے اور اس

ہیں تو صحیح ثابت نہیں (صفحہ ۱۰ حمی فضلیہ البیانات)

پس اگر کوئی اس حدیث سے صرف تہجد مراد لے اور تراویح کو اس سے خارج سمجھے تو انکارِ حدیث کے علاوہ وہ حضرت صدیقہ اور امام محمدؒ کی مجتہدانہ شان کا منکر ہوگا۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب ــــ بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بعض معترضین کہتے ہیں:۔

۱۔ یہ حدیث نمازِ تہجد پر محمول ہے کیونکہ اس میں الفاظ فی رمضان وغیرہ بصراحت موجود ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان اور دوسرے مہینوں میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے یہ تہجد کی نماز تھی جس کو حضور ہمیشہ پڑھتے تھے اور تراویح فقط رمضان میں پڑھی جاتی ہیں:۔

۲۔ اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں:۔

"یہ حدیث مضطرب ہے۔ یہاں تو گیارہ رکعت فرمایا ہے۔ حدیث مسلم شریف ص۲۵۴ میں ہے۔ وہاں تیرہ رکعت فرمائی ہیں۔ تیسری حدیث مسلم ص۲۵۴ میں ہے فقالت کانت صلوٰتہ فی شھر رمضان وغیرہ ثلث عشرۃ رکعۃ باللیل منھا رکعتا الفجر اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے تیرہ رکعت رات کی نماز مع سنت فجر فرمائی۔ پھر مسلم ص۲۵۵ میں ہے کہ آپ نے نو رکعت مع وتر فرمائی۔

پہلی حدیث میں اگر وتر تین تو آٹھ رکعت باقی نماز۔ دوسری حدیث میں اگر وتر تین تو باقی نماز دس رکعت ہے۔ تیسری

حدیث میں اگر وتر تین تو باقی نماز چھ رکعت ہے

۳۔ محدثین کرام اس حدیث کو مضطرب فرماتے ہیں جو قابلِ حجت نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان احادیث سے نمازِ تہجد مراد ہے"

۴۔ "حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کی تصریح ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر رمضان میں تراویح نہیں فقط نمازِ تہجد کے بارہ میں ہے"

"حدیث میں اضطراب نہیں۔ الفاظ حدیث بغور ملاحظہ فرمایئے۔

"کان یصلی ثلاث عشرة رکعة یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلی رکعتین بین النداء والاقامة من صلوٰة الصبح"

ترجمہ: آپ تیرہ رکعات اس ترتیب سے پڑھتے کہ پہلے تو عام معمول کے مطابق آٹھ رکعات پڑھ کر تین وتر پڑھتے پھر وتروں سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھ کر مزید دو رکعات اس طرح پڑھتے کہ جب رکوع کا ارادہ ہوتا تو اٹھ کر رکوع کرتے۔ ان دو رکعتوں کے بعد پھر فجر کی اذان ہو جاتی تو فجر کی سنت پڑھتے۔ صحیح الدماغ انسان تو سمجھ لیتا ہے کہ بیٹھ کر جو دو رکعت پڑھی گئیں عام معمول گیارہ رکعت سے بالکل مختلف ہیں۔

پس اس صورت میں حدیث اولیٰ پر جو کہ ہم احناف کے امام سے ذکر کر چکے ہیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے اور پھر ان سے فارغ ہونے کے بعد علیحدہ صورت سے پڑھنا یہ عام معمول سے علیحدگی ثابت ہے۔

امام نوویؒ ایسے منکرینِ حدیث کا جواب ان کی پیدائش سے پہلے دے چکے ہیں جو بلفظہٖ یہ ہے:

۱۔ الصواب ان ھاتین الرکعتین صلاھما بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا

۲۔ ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ ولا تغتر بقولھا کان یصلی فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من الاصولیین ان لفظۃ کان لا یلزم الدوام ولا التکرار

۳۔ وانما ھو فعل ماض یدل علی وقوعہ مرۃ "

۱۔ ترجمہ: یہ دو رکعات نفل آپؐ نے وتروں کے بعد بیٹھ کر اس لئے پڑھے ہیں کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنے کا جواز ثابت ہو جائے، ثانیاً یہ ثابت کر دیا کہ نفل بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۲۔ آپؐ سے ان دو رکعتوں کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں بلکہ ایک دو دفعہ یا زیادہ سے زیادہ چند مرتبہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ محققین علمائے اصول کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کان سے ہمیشگی اور دوام ثابت نہیں ہوتی۔

۳۔ فعل ماضی ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار یا ایک دفعہ پڑھنا مراد ہے۔

صحابیؓ قصہ حقیقی علامہ جامیؒ نے ایسے زبان درازوں کی دہن دوزی اس طرح کی ہے:

۱۔ ترجمہ: سوال: حدیث ابو سلمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ ثابت نہیں - خود صدیقہ کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں جس قدر عبادت میں کوشش فرماتے تھے اور کسی مہینے میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے - پھر خود ان کی دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آخری عشرۂ رمضان میں آپ اس قدر کوشش سے عبادت کرتے کہ گھر والوں کو بھی سونے نہیں دیتے تھے۔

ترجمہ جواب: صحیح قول یہ ہے کہ آخری عشرہ رمضان میں آپ تراویح یا نوافل کی رکعتوں کی گنتی میں قطعاً اضافہ یا بڑھوتری نہیں فرماتے تھے بلکہ لمبی قرأت سے قیام فرماتے اور ایسے ہی رکوع اور سجود بھی بہت زیادہ طویل اور لمبے کرتے۔

سوال ۸: حضرت عائشہ کی بیان کردہ حدیثوں میں تہجد کی رکعتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ حدیث باب (اوپر والی حدیث) سے تو صرف گیارہ رکعت مع الوتر ثابت ہوتی ہے اور پھر دوسری روایت سے تیرہ رکعت مع الوتر اور پھر مسروق کی روایت سے سبع (۷) تسع (۹) احدی عشرۃ (۱۱) بھی آیا ہے لہٰذا ان سب روایتوں میں تطبیق کیا ہے؟

والجواب: ان من عدها ثلث عشرۃ رکعۃ اراد بہ رکعتی الفجر وصرح بہ مالك فی روایۃ القاسم عن عائشۃ کانت صلوتہ باللیل عشر رکعات ویوتر بسجدۃ ویرکع رکعتی الفجر فتلك ثلث عشرۃ رکعۃ

واما روايته سبع وتسع فلى فى حالة كبره كما
سياتى انشاء الله تعالى (عمدة القاری مصری ج۵ ص۶۲۸)

ترجمہ: صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں تیرہ رکعات وارد ہیں،
اس میں سے دو رکعات تو سنت فجر مراد ہیں۔ جیسا کہ قاسم کی روایت ہے۔
کہ آپ کی رات کی نماز دس رکعات اور ایک رکعت اور پھر فجر کی دو سنت
مل کر تیرہ رکعت ہو جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں سات اور نو رکعات تو یہ اس وقت کی نماز ہے جب
آپ بوڑھے ہوتے تو وقت و حالات کے تحت کبھی کبھار پڑھ لیا کرتے
جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

جیسا کتب فقہ حنفیہ میں ہدایہ شریف بعد قرآن مجید مسلم ہے ویسے ہی شروح
ہدایہ میں فتح القدیر ممتاز ہے۔ اس کے مؤلف امام ابن ہمام احناف میں امام
الائمہ اور شیخ الفقہاء کی امتیازی شان سے شہرہ آفاق ہیں حتے کہ علامہ
شامی جو فخر متاخرین حنفیہ ہیں، نے آپ کے متعلق لکھا ہے:۔

بلغ رتبة الاجتهاد (آپ اپنے زمانے کے مجتہد ہیں)
اس فقیہ المثال حنفی امام نے بحر التموج امام محمد لکھا ہے:۔

" ثم ظاهر المروى ان منتهى تهجده صلى الله
عليه وسلم ثمان ركعات واقله ركعتان فانه قال
وروى انه صلى الله عليه وسلم كان يصلى من
الليل خمس ركعات سبع ركعات تسع ركعات
احدى عشرة ركعة ثلاث عشرة ركعة فالذى
قال خمس ركعات ركعتان صلوة الليل وثلاث وتر

والذی قال سبع رکعات اربع صلوۃ اللیل وثلث وتر
والذی قال تسع ست وثلث والذی قال احدی عشرۃ
ثمان وثلث والذی قال ثلث عشرۃ ثمان صلوۃ اللیل
وثلث وتر ورکعتان سنۃ الفجر وکان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ذالک کلہ بتسلیمۃ واحدۃ
ثم نقلہ ھکذا قال حماد بن سلمۃ النخلی اما ما
علیہ من منتہاء فموافق لحدیث عائشۃ رضی اللہ
عنہا فی الکتب الستۃ قالت کانت صلوۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم احدی عشرۃ رکعۃ "

(فتح القدیر شرح ہدایۃ باب النوافل ج ۱ طبع مصر)

ترجمہ: اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول
آٹھ رکعات تھا اور بوقت ضرورت کم از کم دو رکعات پر بھی اکتفا فرماتے
کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ، سات، نو، گیارہ
اور تیرہ رکعات تک رات کی نماز پڑھی ہے۔

لہذا پانچ سے تین وتر اور دو نفل اور ایسے ہی سات سے چار نفل
اور نو سے چھ نفل اور گیارہ سے آٹھ نفل اور تیرہ سے آٹھ نفل اور تین
وتر، پھر دو رکعت سنت فجر مراد ہیں .... پس اپ آپ کا عام
معمول تو وہ یقیناً گیارہ رکعات مع الوتر ہی ہے جیسا کہ حدیث عائشہ سے
ثابت ہے جس کو امام محمد کے علاوہ اصحاب ستہ والوں نے ذکر کیا
ہے کہ آپ کی نماز گیارہ رکعات ہی تھی۔

حافظ ابن حجرؒ محافظان فقہ حنفیہ امام ابن ہمام اور علامہ عینی کے فیصلے

کے بعد تصدیق کے لئے رئیس الشوافع سے پڑھیے۔

حافظ صاحب باب طول القیام فی صلوۃ اللیل کی حدیث عبداللہ بن مسعود کے لفظ ھممت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"واما ما یقتضیہ حالہ فی غیر ھذہ اللیلۃ فان فی اخبار عائشۃ انہ کان یقوم قدر ثلث اللیل وفیھا انہ کان لا یزید علی احدی عشرۃ رکعۃ فیقتضی ذالک تطویل الصلوۃ واللہ اعلم (فتح الباری ج۳ ص۱۵ مصری)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گیارہ رکعات سے زیادہ نہ تھی جب کہ تہائی رات قیام فرماتے یا زیادہ رات تو آپ قرأت اور نماز کو طویل کر دیتے۔

دوسری توجیہ حافظ نے یوں فرمائی ہے:

"فمرادھا ان ذالک وقع منہ اوقات مختلفۃ فتارۃ کان یصلی سبعاً وتارۃ احدی عشرۃ واما حدیث القاسم عنھا فمحمول علی ان ذالک کان غالب حالہ وسیأتی .... من روایۃ ابی سلمۃ .... ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الحدیث (فتح الباری ج۳ ص۱۶)

ترجمہ: روایات مختلفہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی کبھار سات اور نو رکعات بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور قاسم کی روایت میں جو تیرہ رکعات آئی ہیں اس میں دو رکعت سنت فجر شامل ہیں۔ یہ آپ کا اکثر معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث ابو سلمہ و موطا امام محمد سے ثابت ہے کہ آپ رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعات

سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

تیسری تطبیق حافظؒ نے یوں فرمائی ہے کہ عبد اللہ بن قیس والی حدیث عائشہ میں جو حضورؐ کی نماز یوں ذکر کی گئی ہے کہ:۔

کان یوتر بأربع وثلٰث وست وثلٰث وثمان وثلٰث وعشر وثلٰث ولم یکن یوتر باکثر من ثلٰث عشرۃ ولا انقص من سبع و هذا اصح ما وقفت علیہ ذٰلک وبہ یجمع بین ما اختلف عن عائشۃ من ذٰلک واللہ اعلم (ج ۳ ص ۱۷۔ فتح الباری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وتر سات، نو، گیارہ اور تیرہ تک پڑھنا ثابت ہے، جن کا ماحصل یہ ہے کہ زندگی بھر آپؐ نے تیرہ رکعات سے زیادہ پڑھیں اور نہ سات سے کم۔

ہم اپنے خداداد علم سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس حدیث سے حضورؐ وسلم کی تمام روایتوں میں باسانی تطبیق ہو جاتی ہے یعنی آپؐ کا غالب معمول تو یقیناً گیارہ رکعات ہی ہے، کبھی کبھار خوشی سے بیٹھ کر پڑھنے سے تیرہ ہو جاتیں یا وقت کی تنگی، سفر، مرض وغیرہ کے سبب سے سات پر بھی اکتفا فرما لیتے اور بڑھاپے کے زمانے میں نو رکعات بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر بحث کا خاتمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"والاختلاف فی الوتر کا انہ کان تارۃ یوتر بواحدۃ وتارۃ بثلاث (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴)

اختلاف درحقیقت وتروں کا ہے جب کبھی آپؐ دو دو رکعت سے دس رکعت پڑھ کر وتر صرف ایک رکعت پڑھتے تو اس گنتی سے گیارہ رکعت ہو جاتیں اور اگر دس رکعت کے بعد پھر تین وتر

ایک ہی التحیات وسلام سے پڑھتے تو تیرہ رکعات ہو جاتیں۔
اگر آٹھ رکعت کے بعد ایک سلام سے تین وتر پڑھتے تو گیارہ لیکن اگر آٹھ رکعت کے بعد پانچ رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تو تیرہ رکعتیں ہوتیں۔
صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں :-
" قالت عائشة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة یوتر من ذلك بخمس لا یجلس فی شئ الا اخرها (صحیح مسلم باب الوتر)
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کبھی اس طرح بھی پڑھتے کہ آٹھ رکعات کے بعد صرف ایک ہی سلام سے پانچ رکعت وتر پڑھ لیتے۔
مزید سنیئے ابوداؤد ، نسائی ، ابن خزیمہ میں یوں بھی وارد ہے :
" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الوتر حق فمن شاء اوتر بخمس ومن شاء بواحدۃ " الحدیث۔
ترجمہ : ہر مسلمان پر وتر حق ہے ، چاہے پانچ پڑھے ، چاہے صرف ایک ہی رکعت پڑھے۔
بخاری اور مسلم کی روایت سے آپؐ کا صرف ایک وتر پڑھنا ثابت ہے ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا متفقہ فیصلہ وتر کے متعلق یہ ہے :
" اقل الوتر رکعة واکثرہ احدی عشرة رکعة وادنی الکمال ثلث رکعة ومع قول مالك الوتر رکعة " (میزان شعرانی ص۱۴۶ ج ۱)
ترجمہ : وتر کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہیں

اور کمال کا ادنیٰ درجہ تین وتر ہیں۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں:

"وتر درحقیقت ایک رکعت ہی ہے لیکن اس سے پہلے کم از کم دو رکعت نفل پڑھنے چاہییں اور ان کے سلام سے فارغ ہونے کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھنی چاہیے"

مذکورہ تشریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء امت کے نزدیک صرف ایک رکعت وتر بھی سنت ثابتہ ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ حنفی اس سنت سے انکاری ہیں جیسا کہ آرہا ہے

امام نوویؒ نے تمام روایات مختلفہ کو ذکر کرتے ہوئے یوں فیصلہ فرمایا ہے:

"ان اخبارها باحدى عشرة هو الاغلب و باقي رواياتها اخبار منها بما كان يقع نادرا في بعض الاوقات فاكثره خمس عشرة بركعتي الفجر و اقله سبع وذلك بحسب ما كان يحصل من اتساع الوقت او ضيقه بطول قراءة كما جاء في حديث حذيفة وابن مسعود و النوم او عذر مرض وغيره او في بعض الاوقات عند كبر السن كما قالت فلما اسن صلى سبع ركعات (باب صلوة الليل وعدد ركعات ص۲۵۳)"

یعنی گیارہ رکعات کی روایات عام معمول کی مظہر ہیں اور باقی روایات

ان کے تحت کبھی کبھار پر دلالت کرتی ہیں جیساکہ زیادہ سے زیادہ چند دو رکعات کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں دو رکعت سنت فجر کو شمار کیا گیا ہے اور پھر دو رکعت نفل کبھی کبھار بیٹھ کر بھی پڑھیں اور سات رکعات والی حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وقت کی تنگی یا قرآت کی طوالت کے سبب سے کبھی ایسا بھی ہو جایا کرتا۔

چنانچہ حذیفہ اور ابن مسعود کی روایات اس کی دلیل ہیں بلکہ نیند اور مرض وغیرہ سے بھی یہ وقوع ممکن ہے یا بعض اوقات بڑھاپے سے بھی یہ صادر ہوا جیساکہ حضرت عائشہ کی روایات میں آیا ہے کہ جب بڑھاپا ہوا آپ سات رکعات پر بھی اکتفا فرماتے۔

صحیح حدیث اور اہل سنت کے نامور علماء کے متفقہ فیصلہ سے ذکر ہو چکا کہ تا عہد مدینہ کا معمول گیارہ رکعت مع الوتر ہی ہے۔

پس صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے تو یہ معمول ایمان افروز ہے لیکن جس کو سنت سے نفرت اور حنفی مذہب کے مبلغ امام محمدؒ کی فقہ واجتہاد سے انکار یا ائمہ اہل سنت سے بغاوت ہو اس کا کوئی علاج نہیں۔ وہ درحقیقت پیٹ پرستی کی غرض سے حنفیت کا مدعی ہے۔

جو نبی کے عمل میں خطا پائے گا وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

بیس ۲۰ رکعات تراویح کی حدیث

بالاتفاق فقہاء احناف وائمہ حدیث ضعیف اور بوجہ خلاف ہونے احادیث صحیحہ کے متروک ہے

یہ درست و بجا ہے کہ اہل کوفہ بیس ۲۰ رکعات تراویح کو مستحب سمجھتے ہیں جیسا

بحوالہ قدوری، ہدایہ اور شرح وقایہ گذر چکا لیکن آج تک کسی بھی فقیہ امام اور وسیع النظر محقق کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ :-
وہ اپنے معمول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت کرنے کا دعویٰ کر سکے :
چنانچہ مبلغ فقہ حنفی امام محمدؒ کا موطا اور کتاب الآثار وغیرہ میں بیس کی تعداد سے سکوت اور حدیث الوسط کو بیان کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول قطعاً نہیں۔
چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں جو آخری بحث اپنے معمول مذہب کو ثابت کرنے کی غرض سے ذکر کی ہے (اگرچہ وہ بھی امر موہوم اور سراب جیسا ہے) :-

والاصح انھا سنۃ کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ لانہ واظب علیہ الخلفاء الراشدون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی ترک المواظبۃ وھو خشیۃ ان تکتب علینا (ہدایہ جلد ۱ طبع مجتبائی دہلی)

یعنی حضرت امام فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہیں اس لئے کہ خلفاء راشدین نے مداومت فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہو جانے کے خوف سے اس کو چھوڑا تھا۔
مصنف ہدایہ سے بعد میں آنے والے تمام فقہاء و شارحین حدیث و فقہ مثلاً علامہ عینی، زیلعی، ابن ہمام، ملا علی قاری وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین اپنے معمول کو سنت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے

لہ اگر مواظبت سے حضرات خلفاءؓ کا خود پڑھنا مراد ہے تو یہ غیر ثابت ہے اور اگر ان کے عہد میں اکثر صحابہ و تابعین کی جماعت پر مداومت مراد لی جائے تو صحیح ہے لیکن بیس کا دعویٰ پھر بھی غلط ہے

لیکن ثبوت میں حدیث کا نام لینے کی دلیری نہیں کی۔
غرضیکہ پوری حنفی دنیا کا آخری سہارا صرف یہی ہے کہ عہد صحابہؓ اور تابعینؒ میں یہ تعداد پڑھی پڑھائی گئی ہے۔
بعض معترضین ایک ضعیف حدیث اول بدل کر یوں پیش کرتے ہیں:

"عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة سوى الوتر (مسند طبرانی معجم و بیہقی)

اصل الفاظ حدیث مع صحیح ماخذ حدیث کو روایت کرنے والے دراصل ابن ابی شیبہ اور طبرانی ہیں پھر ان سے بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ تا حال مطبوع نہیں ہوئی۔ البتہ طبرانی اور بیہقی شائع شدہ ہیں۔ جن کے اصل الفاظ مع سند یہ ہیں:

"ابو شيبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى شهر رمضان فى غير جماعة بعشرين ركعة والوتر تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العبسى الكوفى وهو ضعيف (طبرانی، سنن کبری بیہقی ج۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں جماعت کے بغیر صرف اکیلے ہی بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ حافظ بیہقی نے الفاظِ حدیث ذکر کرتے ہوئے اپنا فیصلہ حدیث کے متعلق یوں دیا ہے۔

کہ ابو شیبہ نے چونکہ اس حدیث کو صرف اکیلے ہی روایت کیا ہے جو بالاتفاق محدثین ضعیف ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے

بفرض محال اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی، تو تراویح کو ثابت کرنے میں پھر بھی قاصر تھی کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اکیلے بیس رکعات پڑھنا ظاہر کرتی ہے اور تراویح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین روز باجماعت پڑھائی ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

بلکہ اہل سنت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ آپ نے تین دن باجماعت پڑھانے کے بعد بخوف فرضیت تراویح پڑھانا ترک کر دیا۔

یہ ٹھہرے ہیں اب دین کے پیشوا
لقب ان کا ہے وارث انبیاء

ایسے معترض مذکورہ متروک حدیث سے قطع نظر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے یعنی اقوال غیر رسول کو احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعلان کر دیتے ہیں، کیونکہ حدیث تو شرعی اصطلاح میں اس عبارت کو کہا جاتا ہے جو صحابی فرمان یا عمل رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرے۔

چنانچہ ایسے ہی کذاب لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ وعید فرما گئے ہیں:۔

"من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار" الحدیث (صحیح مسلم)

ترجمہ: ہمارے نام سے جھوٹی احادیث مشہور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہے (معاذ اللہ)

عود الی المقصود چونکہ فقہاء وشارحین احناف رحمہم اللہ نے حدیث ابن عباس کو ضعیف قرار دے کر صحیح حدیث عائشہؓ ۔

"ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ"

کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ثابت کیا ہے۔ لہذا مکمل تردید کے لئے نامور حنفی محققین فقہا و شارحین کے غیر مبہم اعلانات ملاحظہ فرمایئے

۱۔ حافظ زیلعی حنفی کے متعلق صرف اتنا ہی یاد رکھیئے کہ فقہاء احناف میں وہ پہلی نامور ہستی ہے جس نے ہدایہ ایسی بعد از قرآن مجید مستند و معتبر کتاب فقہ کے اصل ماخذ بیان کرنے کی غرض سے نصب الرایۃ تالیف فرمائی ہے۔

اس محقق نے اپنی اس فقید المثال تالیف میں ما کان یزید الحدیث اور بیس تراویح کی حدیث کے ضعف و متروک ہونے کے متعلق جس انداز سے فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

"روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعنہ البیہقی من حدیث ابراھیم بن عثمان ابی شیبۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس الحدیث وھو معلول بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ ولینہ ابن عدی فی الکامل ثم انہ مخالف الحدیث الصحیح عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن الحدیث (نصب الرایہ ص۲۹۳)

مختصر یہ کہ یہ حدیث معلول وضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بالاتفاق محدثین ضعیف ہیں اور ابن عدی نے اس حدیث کو لین

کہا ہے۔

نہ صرف یہی کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ اپنے ضعف کے ساتھ ہی
یہ ابو سلمہ والی حدیث عائشہ کی صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے سبب سے
ناقابل عمل اور متروک بھی ہے۔

۲۔ امام الائمہ احناف ابن ہمام فرماتے ہیں:۔

"عن ابی سلمة بن عبد الرحمن سالت عائشة کیف
کانت صلوٰة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی
رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ
احدی عشرة رکعة واما ما روی ابن ابی شیبة
فی مصنفه والطبرانی والبیہقی من حدیث ابن
عباس انه علیه الصلوٰة والسلام کان یصلی
فی رمضان عشرین سوی الوتر فضعیف" الخ

فتح القدیر شرح ہدایہ ص۳۳۳ ج۱ مطبوعہ الکبریٰ امیریہ بولاک مصر

ہم باب النوافل میں ابو سلمہ کی حدیث جو حضرت عائشہ کی روایت سے ذکر
کر چکے ہیں وہ باب تراویح کا ثبوت ہے اور جو روایت حضرت ابن عباس سے
سے بیس رکعات کی ذکر کی گئی ہے باتفاق ائمہ حدیث ضعیف ہے۔

۳۔ محقق مذہب کی بالاتفاق کتاب بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بیس رکعات والی حدیث کو ضعیف و متروکیہ قرار دیتے ہوئے
لکھا ہے:۔

"وقد ثبت ان ذلک کان احدی عشرة رکعة بالوتر
کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشة" (بحر الرائق شرح

کنز الدقائق جلد ۲ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر)

امر محقق یہ ہے کہ اصل سنت گیارہ مع الوتر ہی ہیں جیسا کہ کتب صحاح میں ابو سلمہ والی حدیث سے ظاہر ہے۔

۵۔ سرتاج متاخرین ائمہ احناف علامہ عینی نے (جو کہ حنفی مذہب کو حق ثابت کرنے کو زندگی کا نصب العین سمجھے ہوئے ہیں) اس حدیث کو جس صراحت سے ناقابل عمل و متروک قرار دیا ہے۔ وہ بلفظہ یہ ہے:۔

"فان قلت روی ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قلت هذا الحدیث رواه ایضا ابو القاسم البغوی فی معجم الصحابۃ قال حدثنا منصور بن مزاحم حدثنا ابو شیبۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس الحدیث ھو ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن شیبۃ کذبہ شعبۃ وضعفہ احمد وابن معین والبخاری والنسائی وغیرھم واورد لہ ابن عدی ھذا الحدیث فی الکامل فی مناکیرہ"

(عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۸، ۳۵۹ مصری)

اگر تو پوچھے مجھ سے سوال کرے کہ بیس رکعات تراویح کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت عباسؓ کے نام سے یوں روایت کی گئی ہے کہ:۔

"حضور رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے"

تو ہم اس کا جواب پورے دعوے سے یوں دیں گے کہ:
"یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اس کو روایت کرنے والے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی شہر واسط کے قاضی ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ہیں۔ جن کو شعبہ ایسے ماہرین حدیث نے کذاب اعلان کیا ہے اور اس کے علاوہ تمام ائمہ حدیث امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری و نسائی وغیرہم رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے بلکہ ابن عدی ایسے امام حدیث نے تو اس حدیث کو منکر حدیثوں کی فہرست میں لکھا ہے۔ اگرچہ حنفی عقیدت مندوں کے لئے تو صرف علامہ عینی کا اعلان ہی تسلی بخش ہے۔"

مزید سنئے

مرقاۃ المصابیح پر حنفی مذہب کی وہ واحد شرح ہے جو خصوصیت سے حنفی مذہب کو حق و صواب ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ چنانچہ علامہ قاری نے اس کی وجہ تصنیف یہ لکھی ہے:

"والیضا من البواعث ان غالب الشراح کانوا شافعیۃ فی مطلبھم وذکروا المسائل المتعلقۃ بالکتاب علی منہاج مذھبھم واستدلوا بظواھر الحدیث علی مقتضی مشربھم و سموا الحنفیۃ اصحاب الرای علی ظن انھم مایعملون بالحدیث ولا یعلمون الروایات ولا حدیث لا فی القدیم ولا فی الحدیث مع ان مذھبھم القوی تقدیم الحدیث الضعیف

علی القیاس المجرد الذی یحتمل التزییف" الخ

مختصر یہ کہ ہمارے مرقاۃ لکھنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اکثر شارحین حدیث شافعی المذہب گزرے ہیں جو احادیث کی شروح اپنے مذہب کے موافق کرتے ہوئے حنفیہ کو اہل الرائے کہتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ :۔

"حنفی مذہب کے امام اور علما و فقہا ابتدا سے لے کر آج تک علمِ حدیث سے ناواقف و بے خبر ہیں اور حنفی مذہب کا دارومدار صرف ضعیف احادیث یا مجرد قیاس پر ہے"

بناءً علیہ فاحببت ان اذکر ادلتھم و ابین مسائلھم و اوضح عنھم منا القتھم لئلا یتوھم العوام الذین لیس لھم معرفۃ بالادلۃ الفقہیۃ ان المسائل الحنفیۃ تخالف الدلائل الحنفیۃ و سمیتہ مرقاۃ المصابیح بمشکوٰۃ المصابیح (مرقات ص۳ مطبوعہ مصر)

پس ہم نے مناسب سمجھا کہ حنفی مذہب کے دلائل و مسائل کو بیان کیا جائے اور جو اعتراضات حنفی مذہب کے مسائل پر کئے جاتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے معترضین پر واضح کر دیا جائے کہ حنفی مذہب بہترین فقہی مذہب ہے ۔ لہٰذا ہم نے مرقاۃ کے نام سے مشکوٰۃ کی یہ شرح لکھی ہے۔

خصوصی محافظ فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری لکھتے ہیں :۔

۱؎ علامہ ذہبی فرماتے ہیں ، ابوحنیفۃ الکوفی امام اہل الرائے (میزان الاعتدال ص۲۲۶ ج۳ مصری) ایسے ہی کتاب الملل والنحل شہرستانی مصری ص۱۷۲ اور تاریخ ابن خلدون جلد ص۳۶۲ میں لکھا ہے جس کا ترجمہ شبلی نعمانی نے یہ کیا ہے تاریخوں میں جہاں کہیں ان (ابوحنیفہ) کا نام لکھا جاتا ہے امام اہل الرائے لکھا جاتا ہے ۔ سیرۃ النعمان ج۲ ص۲۲ ۔ مرکنٹائل لاہور ۔

قالت عائشة كيف كانت صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة واما ما روى ابن ابي شيبة في مصنفه والطبراني والبيهقي من حديث ابن عباس انه عليه الصلوٰة والسلام كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف بأبي شيبة ابراهيم بن عثمان جد الامام ابي بكر بن ابي شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته للصحيح (مرقاة ج ۲ ص ۱۱۵)

مختصر یہ ہے کہ حدیث عائشہ (صرف گیارہ رکعت والی) صحیح ہے اور جو بیس رکعت کی حدیث ابن عباس کے نام سے روایت کی گئی ہے وہ باتفاق محدثین ضعیف ہے بلکہ صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے سبب سے متروک ہے۔

ہدایہ مطبوعہ مجتبائی دہلی دارالطب علیہا کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"ورد في رواية ابن ابي شيبة والبيهقي ان النبي صلى الله عليه وسلم ايضا يصلي عشرين ركعة لكنه حديث ضعيف عند المحدثين" (ہدایہ ص ۱۳۱)

یعنی بیس رکعات تراویح کی حدیث جو ابن عباس کے نام سے روایت کی جاتی ہے، باتفاق محدثین ضعیف ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"ولم يثبت رواية عشرين ركعة منه صلى الله عليه

وسلم كما هو متعارف الآن الا فی روایة ابن ابی شیبة وهو ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة وهو حدیث صحیح (فتح المنان)

صحیح بخاری کے پہلے حنفی محشی مولانا احمد علی فرماتے ہیں:۔

"وما رواه ابن ابی شیبة والطبرانی والبیهقی من حدیث ابن عباس انه علیه السلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف مع مخالفته للصحیح الخ" (بخاری مجتبائی ج۱ ص۱۵۴)

آگے چل کر ص۲۶۹ میں ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی ثلثة عشرة رکعة لکن کان لیطیل الرکعات"

یعنے ابن عباسؓ کے نام سے جو حدیث ۲۰ تراویح کی روایت کی گئی ہے وہ سخت ضعیف ہونے کے ساتھ ہی صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے سبب سے متروک ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان اور سوا رمضان یعنی تراویح یا تہجد تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ہاں تراویح میں لمبی قرأت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے سے قیام فرمایا کرتے تھے۔

نقشبندی حاشیہ صحیح بخاری ما کان یزید فی رمضان الخ

"وما رواه ابن ابی شیبة والطبرانی والبیهقی من حدیث ابن عباس انه علیه السلام کان یصلی فی رمضان

"عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف مع مخالفته للصحیح (ج ۱ ص ۱۵۴ نور محمد دہلی)

یعنی زیادہ ثابت نہیں ہوا۔

حنفی شیخ العرب والعجم جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ثم ان حدیث یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن فیه تصریح انه حال رمضان فان السائل یسئل عن حال رمضان وغیره کما عند الترمذی ومسلم (ص ۲۵۴) ولا مناص[له] من تسلیم ان التراویح علیه السلام کانت ثمانیة رکعات ولم یثبت فی روایة من الروایات انه علیه السلام صلی التراویح و التهجد علیحدة فی رمضان بل طول التراویح و بین التراویح و التهجد فی عهده علیه السلام لم یکن فرق فی الرکعات بل فی الوقت و الصفة ای التراویح تکون بالجماعة فی المسجد بخلاف التهجد وان شروع التراویح فی اول اللیل وفی التهجد آخر اللیل (العرف الشذی علی جامع الترمذی ص ۳۰۹ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور)

یعنی یہ حدیث حضرت عائشہ جو کہ ابی سلمہ سے ما کان یزید فی

له ولا مناص الخ ہندوستانی احناف کے خاتمۃ المحققین نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان فرماتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اصل سنت تراویح صرف آٹھ رکعات ہی ہیں اور ۲۰ رکعات تراویح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یعنی سنت کہنے والے تمام غلطی پر ہیں یعنی ... کا قصہ ... صفی و استاذ ...

رمضان ولا فی غیرہ کے الفاظ سے روایت کی ہے۔ تراویح کا ثبوت ہے کیونکہ سائل نے قیام رمضان یعنی تراویح کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے سوال کیا ہے جیساکہ ترمذی اور صحیح مسلم (بلکہ موطا) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح یقیناً آٹھ ہی رکعت تھی اور یہ بھی قطعاً ثابت نہیں کہ آپ نے تراویح پڑھنے یا پڑھانے کے بعد پھر تہجد بھی پڑھی ہو۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ تراویح کی نماز انتہائی طویل قرآت اور لمبے رکوع وسجود سے ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ مسلم امر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تہجد اور تراویح کی تعداد رکعات میں ہرگز فرق نہ تھا بلکہ وقت اور صورتِ ادائیگی میں فرق تھا۔ یعنی تراویح بعد نماز عشا مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی، برخلاف اس کے تہجد پچھلی رات پڑھی جاتی۔

حنفی حاشیہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان کے تحت عشرۃ رکعۃ پر لکھتے ہیں:

"اعلم انه لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی التراویح عددا معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی ثلث عشرۃ رکعۃ لکن کان یطیل الرکعات"

(مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمدی ص۱۱۵ دہلی)

جان لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی تعداد رکعات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا بلکہ آپ سے جو کچھ عملی طور پر ثابت ہوا

وہ یہ ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ کی قرأت زیادہ طویل اور رکوع و سجود وغیرہ کافی لمبے ہوتے جیسا کہ حدیث عائشہؓ سے ثابت ہے۔

ہندوستان کے محقق حنفی علامہ شوق نیموی تعلیق آثار السنن میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو جس کسی نے بھی روایت کیا ہے، صرف ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبہ کے طریق و سند سے ذکر کیا ہے، وہ ضعیف ہے۔

"قال البیہقی بعد ما اخرجہ تفرد بہ ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی وھو ضعیف"

یہ حدیث یقیناً ضعیف ہی ہے جیسا کہ حافظ بیہقی نے روایت کرنے کے بعد خود ضعیف کہا ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ علامہ شوق صاحب نے اس حدیث کی طویل فہرست گنوائی ہے جو اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔

نامور حنفی فقیہ سید محمد انور شاہ کشمیری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"کانت تلک صلوٰۃ واحدۃ اذا تقدمت سمیت تراویح واذا تاخرت سمیت باسم تھجد ولا بد فی تسمیتھا باسمین عندی انکار الوصفین وانہ لا حرج فی التغایر الوصفی اذا اجتمعت علیہ الامۃ والما یثبت التغایر النوعین اذا ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی التھجد مع اقامتہ بالتراویح ولم یثبت فعل عمر

فانہ کان یصلی التراویح فی بیتہ فی اٰخر اللیل مع

انہ کان امرھم ان یودوھا بالجماعۃ فی المسجد

ومع ذالک لم یکن یدخل فیہا.............الخ

(فیض الباری ج۲ ص۴۲۱ مطبوعہ مصر)

یعنی حضرت صدیقہ کے فرمان ماکان یزید سے ظاہر ہے کہ تہجد و تراویح درحقیقت ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ جب کہ رمضان شریف میں بعد از نماز عشاء اول رات پڑھی جائے تو تراویح کہلاتی ہے لیکن اگر رمضان و غیر رمضان میں آخر پچھلی رات پڑھی جاتے تو تہجد نام پاتی ہے۔

لہذا وقت کے مختلف ہونے سے الگ دو ناموں میں کوئی حرج نہیں جب کہ امت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے ساتھ تہجد پڑھنا ثابت نہیں جس کا ثبوت حضرت عمرؓ کا عمل ہے کہ آپ تراویح باجماعت کا انتظام کرنے کے باوجود خود جماعت تراویح میں شامل نہ ہوتے تھے بلکہ تراویح پڑھنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ باجماعت تراویح سے تہجد کی نماز افضل ہے۔

مالک احادی عشرۃ کا ملہ حسب تعداد رکعات تراویح پورے گیارہ فقہاء حنفیہ سے ثبوت تراویح دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بیس رکعات تراویح کی روایت کو احناف کی زبانی متروک و ضعیف ثابت کر دیا گیا ہے۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو گیارہ رکعت مع الوتر تراویح پڑھانا

اگرچہ ناظم شعبہ نشر و اشاعت امام محمدؒ اور خصوصی حافظان فقہ حنفیہ ابن ہمام، عینیؒ، زیلعی اور علی القاری وغیرہم رحمہم اللہ کے اقوال سے ظاہر ہو چکا کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تراویح و تہجد گیارہ رکعت مع الوتر ہی ہے"

تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو وتر کے سوا آٹھ رکعات تراویح پڑھانا ملاحظہ فرمائیے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :-

"صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان ثمان ركعات و اوتر فلما كانت القابلة اجتمعنا في المسجد و رجونا ان يخرج فلم نزل فيه حتى اصبحنا الحديث رواه الطبراني ص۱۰۹ في المعجم الصغير و في قيام الليل مروزي و صحيح ابن خزيمة و صحيح ابن حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان شریف کی ایک رات تراویح کی نماز آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے پس جب ہم اس سے اگلی دوسری آئندہ رات آپ کے انتظار میں جمع ہوئے تو آپ تراویح پڑھانے کو تشریف فرما نہ ہوئے (طبرانی مطبوعہ انصاری دہلی)

بعض معترضین کہتے ہیں :-

۱۔ یہ واقعہ تراویح نہیں ہے بلکہ اس رات کا واقعہ ہے جس رات آپ نے وتروں کی جماعت کرائی پھر بخوف افتراض وتر نہ نکلے

۲۔ تراویح آپ نے تین رات پڑھائیں، چوتھی رات نہ نکلے۔

۳۔ اس حدیث میں ایک رات جماعت کرانا، پھر نہ نکلنا ثابت ہے۔

۴۔ اس حدیث سے آٹھ رکعات تراویح کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ :-

ا۔ یہ حدیث ضعیف ہے جو قابل حجت نہیں۔

ب۔ اس حدیث کے ایک راوی "عیسیٰ بن جاریہ" ہیں۔ ابن معین اس کے متعلق کہتا ہے "عنده مناکیر"۔ امام نسائی اور ابوداؤد اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں "احادیثه غیر محفوظة"

ج۔ دوسرا راوی یعقوب قمی ہے جس کو صاحب میزان نے "لیس بالقوی" لکھا ہے۔

جس حدیث کے راویوں کا یہ حال ہو وہ قابل حجت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب اعتراضات :-

۱۔ حدیث کے الفاظ "فی شهر رمضان ثمان رکعات والوتر (الحدیث)" رمضان میں آپ نے آٹھ تراویح اور وتروں کی با جماعت نماز پڑھائی، اگلی رات ہم نے آپ کا انتظار کیا کہ آپ نماز پڑھانے کو تشریف فرما نہ ہوئے۔ جیسا کہ موطا امام محمد کی پہلی روایت سے ظاہر ہو چکا کہ چوتھی رات آپ تشریف فرما نہیں ہوئے۔

۲۔ یہ اعتراض بھی بے علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ نے بغیر اطلاع وسے بعض اللیل تراویح پڑھنا شروع کیا تھا۔ پس جوں جوں صحابہ کو علم ہوتا گیا، شامل ہوتے گئے۔ لبعض کو اول رات ہی شمولیت میسر ہوئی اور لبعض کو دوسری اور لبعض کو آخری یا تیسری رات۔

چونکہ حضرت جابرؓ کو ایک ہی رات شرکت نصیب ہوئی لہذا وہ اپنے شمولیت کے لحاظ سے صرف ایک ہی رات کا ذکر کرنے میں حق بجانب ہیں

۳۔ اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام کر کے تراویح پڑھانا شروع کیا تھا اور تمام صحابہ مسلسل تین رات شریک جماعت ہوتے رہے"

اس لئے جابر کا صرف ایک رات کا ذکر خلاف واقعہ ہے تو ہم ان کو اپنے ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام عطا کریں گے جو اپنے مریدوں سے وصول کرتے ہیں۔

۴۔ علامہ عینی حنفی ایسے معترضین کے رد میں فرماتے ہیں:

"فان قلت لم یبین فی الروایات المذکورۃ عدد الصلٰوۃ التی صلّٰوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی، قلت روی ابن خزیمۃ و ابن حبان من حدیث جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر"

(عمدۃ القاری ج۳ ص۵۹۷ مصر)

اگر تو معترض، سوال کرے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب

تین راتیں تراویح پڑھائیں ان راتوں میں جس تعداد سے آپ نے قیام فرمایا اس کا پتہ نہیں چلتا ، تو ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن خزیمہ اور ابن حبانؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان شریف میں آٹھ رکعات اور وتر کی نماز پڑھائی"

حجت الاحناف علامہ عینی کا حدیث جابرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول تراویح کی تعداد رکعات کا اعلان فرمانا حنفی عقیدت مندوں کے لئے تو حدیث کی صحت کی قطعی دلیل ہے۔

فتح القدیر شرح ھدایہ ایسی بعد القرآن صحیح کتاب فقہ حنفی میں ہے :۔

"ان قیام رمضان سنة احدی عشرة رکعة بالوتر فعله صلی اللہ علیہ وسلم وترکه لعذر (ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تراویح باجماعت گیارہ رکعت مع الوتر پڑھائی تھیں۔ پھر بوجہ خوف فرضیت اس عمل کو چھوڑ دیا۔ (اور ہدایہ اردو شرح وقایہ کے ص ۱۲۴ پر مذکورہ عبارت کا ترجمہ موجود ہے)

ھدایہ ص ۱۳۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی کے حاشیہ (اللہ علیہا) میں ہے :۔

"عمن صلی التراویح ثمان رکعات اقتداء بما روی ابن حبان وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما صلی اللیالی الثلث فی رمضان باحدی عشرة رکعة مع الوتر ثلث رکعة

عین الهدایہ اردو ترجمہ ہدایہ میں لکھا ہے :۔ (ص ۵۶۳)

"تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں"

۴۔ علامہ علی قاری حنفی نے اس حدیث کو جس دعوے سے صحیح کہا ہے وہ یوں ہے:۔

"فی صحیح ابن خزیمۃ و ابن حبان انہ صلی بہم ثمان رکعات والوتر" (مرقاۃ ج۲ ص۱۷۵)

جن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح باجماعت پڑھائیں ان میں آٹھ رکعت تراویح اور وتر بھی پڑھائے تھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے۔

۵۔ عمدۃ الرعایہ شرح وقایہ حنفی مذہب کی مستند درسی کتاب ہے

"روی ابن حبان وغیرہ انہ صلی بہم فی ثلث لیالی ثمان رکعات والوتر" (ج۱ ص۱۷۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

جن راتوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھائی آٹھ رکعت اور وتر پڑھے تھے۔

۶۔ حنفی فقیہ و محدث العرف الشذی علی جامع الترمذی میں وضاحت سے فرماتے ہیں:۔

"واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات" (مطبوعہ دیوبند ص۳۰۹)

اور حاشیہ میں پوری صراحت سے لکھا ہے:۔

"وفی ابن حبان احدی عشرۃ رکعۃ بسند قوی" (ص۳۰۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان قیام میں گیارہ رکعات پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ابن حبان وغیرہ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند صحیح اور ثقہ ہے۔

مذکورہ شہادتیں تو خاص فقہاء احناف کی ہیں کہ :-

"حدیث جابر جو آٹھ رکعات تراویح پڑھانے کے متعلق
وارد ہے ، یہ بالکل صحیح ہے"

میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی پوری سند نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"اسنادہ وسط" (ج ا ص ۲۸۰)

یعنی حدیث جابر کی سند متوسط درجہ کی صحیح ہے اور یہ متفقہ امر ہے
کہ متوسط اسناد قابل حجت و استدلال ہوتی ہیں۔

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں :-

"تفرد بہ یعقوب وھو ثقۃ .... الخ"

(معجم صغیر طبرانی ص۱۰۸ مطبوعہ دہلی)

یعقوب اگرچہ اکیلے ہی روایت کرتے ہیں لیکن وہ ثقہ اور معتبر ہیں ان پر
کوئی جرح نہیں لہٰذا یعقوب کا اکیلے روایت کرنا موجب ضعف نہیں)

علامہ **سیوطی** فرماتے ہیں :-

"فالحاصل ان ابن حبان وفی بالتزام شروطہ"

(تدریب الراوی للسیوطی ص۳۱ مصر)

حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن حبان پورے التزام سے شرائط صحت کی
نگہداشت کے ساتھ حدیث روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر جو مسلمہ ماہرین فن رجال سے ہیں اور آپ کی تقریب التہذیب
اس باب میں خطیب فی المحراب ہے

آپ نے مقدمہ فتح الباری ص۴ میں لکھا ہے کہ :-

"ہم انشاء اللہ ان ہی احادیث سے استدلال کریں گے جو

سند اور متن کے اعتبار سے صحیح یا حسن کا درجہ رکھتی ہیں۔
حافظ صاحب نے چونکہ حدیث جابر سے فتح الباری میں تعداد رکعات
تراویح کو ثابت کیا ہے لہذا ان کی صحت کی تائید ہو گئی۔
تعداد رکعات تراویح کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔

"ولم ار فی شئ من طرقہ بیان عدد صلوتہ فی تلک
اللیالی لکن روی ابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث
جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر (الحدیث)"

تین رات میں صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح پڑھائی مگر تعداد رکعات
کا ذکر کسی طریق سے بھی ظاہر نہیں۔
ہاں ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابرؓ سے آٹھ رکعات تراویح
بیان کی ہیں۔
شبہ تعدد کی تحقیق کے لیے حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

"فان کانت قصۃ واحدۃ احتمل ان یکون جابر
ممن جاء فی اللیلۃ الثالثۃ فلذالک اقتصر علی وصف
لیلتین وکذا ما وقع عند مسلم عن انس ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجئت
فقمت الی جنبہ فجاء رجل فقام حتی کنا رھطا فلما
احس بنا تجوز ثم دخل رحلہ الحدیث (فتح الباری ص۲۱ ج۳)

اگرچہ تعداد رکعات تراویح کے متعلق یہ صرف ایک ہی حدیث ہے
لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابرؓ کو ایک ہی رات یعنی آخری تیسری رات

شریک جماعت ہونے کا موقعہ میسر ہوا ہو۔

پس اسی وجہ سے پہلی دونوں راتوں کا ذکر نہ کیا ہو جس کی تصدیق حضرت انسؓ کی مسلم والی حدیث سے ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات تراویح کی نماز اکیلے پڑھ رہے تھے تو میں اکیلا ہی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور میرے ساتھ مل گیا حتے کہ ہم رھط (آٹھ لوگ) ہو گئے پس ایسے ہی جماعت میں اضافہ ہوتا گیا۔

فائدہ: اس واقعہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافی رات گئی آپ اکیلے ہی تراویح پڑھنے کھڑے ہوتے تھے۔ پس جیسا کہ علم ہوتا گیا، لوگ آآ کر ملتے گئے۔ باقی دو راتوں کا حال بھی ایسا ہی ہے۔

حضرت جابرؓ سے یوں بھی مروی ہے کہ:۔

"ہماری موجودگی میں رمضان شریف کے اندر ایک روز حضرت ابیؓ بن کعب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ انہ کان منی اللیلۃ شیٔ یعنی فی رمضان قال ما ذالک یا ابیؓ قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرء القرآن فنصلی خلفک بصلوٰتک قال فصلیت بہن ثمان رکعات و اوترت فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء وقیام اللیل مروزی ص ۹۰ ادھو"

مجھے رمضان کی رات میں ایک واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"وہ کیا ہے"

عرض کیا:۔

میرے گھر میں عورتوں نے جمع ہو کر کہا کہ ہم چونکہ حافظِ قرآن نہیں ہیں۔ اگر آپ ہم کو تراویح میں قرآن سنائیں۔ تو ہم بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ پس میں نے ان کو آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھا دئے۔

پس حضور آپ خاموش رہے۔ پس آپ کی خاموشی آپ کی رضامندی .... کا موجب اور سنت ثابت ہو گئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت ابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمول تراویح کے موافق ہی عورتوں کو آٹھ رکعات تراویح پڑھائیں اور بوجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ترک جماعت تراویح اپنے اطمینان کے لئے حضور کی خدمت میں تراویح پڑھانے کا واقعہ عرض کر دیا۔

پس آپ نے سکوت فرمایا تو با صول محدثین یہ تقریری حدیث سنت ثابتہ کی دلیل ہو گئی۔

ہمارا کام ہے کہنا سنا دینا تمہارا کام ہے عمل پا ہو یا نہ ہو

حضرت عمرؓ کا بطور احیا سنت

گیارہ رکعت مع الوتر تراویح با جماعت پڑھانے کا حکم فرمایا

امام محمد عہد فاروقی میں تراویح با جماعت کے احیاء کا ذکر یوں لاتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری کہتے ہیں :-

" انه خرج مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط فقال عمر و الله لا ظنني لو جمعت

هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم
فجمعهم على ابي بن كعب قال ثم خرجت معه ليلة
اخرى والناس يصلون بصلوٰة قارئهم فقال نعمة
البدعة هذه والتي ينامون عنها افضل من التي
يقومون يريد اخر الليل وكان الناس يقومون
اوله .... قال محمد وبهذا كله نأخذ لا
باس بالصلوٰة في شهر رمضان ان يصلي الناس
تطوعا بامام لان المسلمين قد اجمعوا على ذلك
ورواه حسنا الحديث رموطا امام محمد باب قيام شهر رمضان

ماہ رمضان کی راتوں میں ایسا ہوا کہ بعد نمازِ عشاء حضرت عمر رضی مسجد میں
داخل ہوئے ۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔
پس کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں ۔ کوئی اکیلا
ہی کھڑا ، کوئی دو دو مل کر اور بعض لوگ دس مل کر پڑھ رہے ہیں۔
یہ کیفیت دیکھ کر امیر المومنین فرماتے ہیں ۔
"واللہ اس سے تو مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان سب
کو ایک ہی حافظ و قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں"
چنانچہ ان تمام کو جو بصورت تراویح مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے
ابی بن کعب انصاری کاتب الوحی و قرآن ، اور حافظ کے پیچھے باجماعت نماز
پڑھنے کے لئے حکم دے دیا ، مگر خود شریک جماعت نہ ہوئے ۔
پس جب دوسری رات بھی ہم دونوں اکٹھے آئے اور حضرت ابی
بن کعب کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھتے دیکھا تو حضرت عمر رضی بہت خوش

ہوئے اور فرمایا:-

"یہ ایک عمدہ اور احسن عمل کی ابتداء ہو گئی"

ساتھ ہی وضاحت جیسے بطور ترغیب فرمایا کہ:-

"اس وقت باجماعت پڑھنے سے اس نماز کو آخری حصہ رات میں تنہا اور اکیلا بصورت تہجد پڑھنا افضل ہے۔"

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ:-

"ہمارا مذہب بھی اس نماز کے متعلق یہی ہے کہ رمضان شریف میں لوگ باجماعت تراویح پڑھیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے اور اسے وہ احسن جانتے ہیں"

نتیجہ کلام (۱) تراویح باجماعت کا احیاء اور انتظام کرنے والے امیر المومنین اور ان کا ساتھی جماعت تراویح میں شریک نہیں ہوئے جس سے ظاہر ہے کہ وہ دیگر صحابہ اور تابعین بھی جماعت تراویح سے الگ رہتے ہوئے اس نماز کو بصورت تہجد پڑھنے کو افضل گردانتے تھے۔

چنانچہ خلیفہ ثانی کے الفاظ "والتی ینامون عنہا افضل من التی یقومون" سونے پر سہاگہ ہیں کہ اس نماز کو آخری حصہ رات میں تنہا پڑھنے واسطے فضیلت پاتے ہیں۔

(۲) فرمان فاروقی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تہجد، تراویح ایک ہی نماز کے دو مختلف نام ہیں۔

(۳) جب نماز ایک ہے تو پھر دونوں کی تعداد رکعات بھی یقیناً ایک ہی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ نے حدیث ابو سلمہ کو اس باب میں ثبوت

سمجھ کر کوئی دوسری حدیث یا اثر تعداد رکعات تراویح کی تشریح میں ذکر نہیں کیا
اجمعوا علی ذلک سے امام محمدؒ کی مراد کلی اتفاق نہیں ہے کیونکہ خلیفہ
ثانی اور واقعہ بیان کرنے والے جلیل القدر تابعی کا جماعت تراویح سے علیحدہ
رہنا لفظ اجماع کی تردید ہے۔

ہدایہ میں مدعیان اجماع کا تردیدی اعلان یوں ہے:

"لان افراد الصحابة روی عنهم التخلف (ج ۱ ص ۱۳۱)
کئی ایک صحابہؓ کا تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہونا ثابت ہے

تیسری حنفی شہادت "بل روی بعضهم الاجماع ای
اجماع الصحابة علی ما قاله بعض الائمة وخالفه البيهقي
قال لم یجتمعوا علیها کلهم بل اکثرهم (موطا ج ۱ ص ۱۳۵)
بعض علماء کہتے ہیں کہ تراویح با جماعت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ لیکن
حافظ بیہقی نے اس وعدہ اجماع کی تردید کی ہے۔

چنانچہ آئندہ اوراق میں امام مالکؒ، شافعیؒ، حنفی امام ثانی اور دیگر
تمام حنفی طحاوی وغیرہ سے صحابہؓ اور تابعین کے بعد بھی تہجد کی صورت سے
تنہا گھر پڑھنے کی افضلیت کا اعلان کرنا ثابت ہے۔

تراویح کی تعداد رکعات معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید کے بعد صحیح
احادیث کی کتاب اول موطا امام مالکؒ کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا کیونکہ
عالم مدینہ الصادق سید کی اولاد اور اتباع تابعین کی سرفرازی کی وجہ سے صحابہؓ
کے اقوال و عمل کے زیادہ ماہر و عالم ہیں۔

اس لئے بھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے
مظہر ہیں جسے امام عبدالرزاق اور ابن عیینہ جیسے ماہرین فن حدیث نے بسند

صحیح ذکر کیا ہے۔ پھر ان سے امام ترمذی نے اپنی جامع اور بعدہٗ مورخین و شارحین نے اپنی اپنی مولفات میں ذکر کیا ہے۔ وہ بلفظہٖ یہ ہے :۔

"عن ابی ھریرۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الناس ان یضربوا آباد ابل فی طلب العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ الحدیث (باب فضائل عالم مدینہ۔ ترمذی، تاریخ ابن کثیر، تذکرہ ذھبی حجۃ اللہ البالغہ و انصاف شاہ ولی اللہ الدھلویؒ حیات مالک سید سلیمان ندوی اردو)

عنقریب لوگ طلب علم (کتاب و سنت) کے لئے اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کو نکلیں گے پس عالم مدینہ کو ہی سب اہل زمانہ سے زیادہ عالم پائیں گے۔

اسی بشارت کا نتیجہ ہے کہ عالم مدینہ (امام مالکؒ) اہل زمانہ کے مشاہیر سلاطین سے لے کر نامور ائمہ اور فقہاء تک کے استاد ہیں۔ یعنی جہاں منصور، ہادی، مہدی، ہارون، امین و مامون ایسے خلفاء عباسیہ آپ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھے دکھائی دے رہے ہیں وہاں ان کے دوش بدوش امام اوزاعی، شامی، ابن عیینہ مکی اور خود فقیہ مدینہ امام زہری، سفیان ثوری کوفی حنفی امام اعظم مع نامور تلامذہ امام ابو یوسف اور قریشی ہاشمی حجۃ الاسلام حبر الامۃ امام شافعی رحمہم اللہ بیٹھے نظر آ رہے ہیں۔

فقہ حنفی کے وسعت دامن کا تلمذ اگرچہ خود ان کی موطا سے ظاہر ہے تاہم جس عقیدت مندی سے وہ خود بیان فرماتے ہیں سنیئے :۔

"اقمت علی باب مالک ثلاث سنین و سمعتہ سبع مائۃ حدیث و نیف (نافع الکبیر مقدمہ جامع الصغیر امام محمد از عبدالحی لکھنوی)

ہم پورے تین سال دروازۂ مالکؒ سے وابستہ رہے اور سات سو سے زائد احادیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

حنفی امام اعظمؒ کے تلمذ کا ذکر علامہ ذہبیؒ نے بسند صحیح اس انداز سے کیا ہے۔ امام عبد العزیز بن اشہب شاگرد عالم مدینہ اپنے چشم دید حالات کی بنا پر فرماتے ہیں:

"رأیت أبي حنیفة بین یدی مالك كالصبي بین یدی أبیه"[1]

(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ مالک بن انس)

اس کا ترجمہ علامہ شبلی یوں تحریر فرماتے ہیں:

"امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالکؒ عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے۔ ان کے حلقۂ درس میں بھی اکثر حاضر ہوتے اور حدیثیں سنیں۔

علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ:

"امام مالک کے سامنے ابو حنیفہؒ اس طرح مؤدب بیٹھے جس طرح شاگرد استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے"

اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا تمغۂ امتیاز سمجھتے ہیں (سیرۃ النعمان ص ۳۶ مطبوعہ مرکنٹائل لاہور)

موطا امام مالکؒ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اس عہد میں جب کہ آمد و رفت کے وسائل بالکل محدود تھے۔ کم از کم بارہ سو تلامذہ نے صرف عالم مدینہؒ سے موطا کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

قبولیت کا یہ عالم ہے کہ علماء زمانہ کی موافقت و قبولیت تو رہی ایک طرف

---

[1] ہم نے ابو حنیفہؒ کو امام مالکؒ کے سامنے فرزند کی طرح بیٹھے دیکھا ہے۔ ۱۲

خلیفہ منصور، مہدی اور ہارون رشید نے یکے بعد دیگرے بار ہا گذارش کی کہ :-

" اے عالمِ مدینہ ہمیں اجازت مرحمت فرمایئے کہ ہم مسلمانوں کو آپ کی کتاب حدیث پر یوں ہی جمع کر دیں جیسا کہ عثمان ذوالنورینؓ نے قرآن مجید پر جمع کیا "

لیکن عالمِ مدینہ نے اپنی تقلید کو گوارا نہ کیا اور ہر بار یہی کہہ کر انکار کیا کہ صحابہؓ سے لوگ دین حاصل کر چکے لہذا ان کو اسی حال پر رہنے دو۔

تراویح کی صدائے بازگشت

عالمِ مدینہ فرماتے ہیں :-

" وعن سائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان باحدی عشرۃ رکعۃ قیاما وکان القاری یقرء بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر ، التغیب فی الصلوۃ رمضان ، موطا امام مالک "

چونکہ حضرت سائبؓ اپنے چشم دید اور کانوں سُنے حالات بیان کر رہے ہیں لہذا اس روایت کے ترجمہ سے پہلے خود ان سے تعارف حاصل کیجئے

اکمال فی اسماء الرجال

ملحقہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۹۵ سطر ۵ اور محمدی میں ہے :-

" السائب بن یزید یکنی ابا یزید الکندی ولد فی السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ حضر حجۃ الوداع مع ابیہ وھو ابن سبع سنین روی عن الزھری ومحمد بن یوسف ومات سنۃ ثمانین "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ، آپ کی پیدائش سنہ ۲ھ میں ہے ۔ سات برس کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی معیت میں حجۃ الوداع کا شرف حاصل کیا۔ ۸۰ھ میں فوت ہوئے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کا سنِ پیدائش ہے۔

آپ اپنا چشم دید واقعہ تعداد رکعات تراویح کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں:-

"حضرت عمرؓ نے جب تراویح باجماعت کی سنت کا احیا کیا تو آپ نے حضرت ابی بن کعب حافظ و قاری و کاتب الوحی (قرآن شریف) اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات مع الوتر تراویح پڑھائیں۔

ان دنوں قرآۃ یا قیام اس قدر لمبا ہوتا تھا کہ سورۃ کہف سے پہلے کی سورتیں پڑھی جاتیں۔ پس بوجہ طویل قیام کے ہم عصا (یا لاٹھیوں) وغیرہ سے سہارا لیتے اور تراویح سے ایسے وقت فراغت ہوتی کہ صبح بالکل قریب ہوتی۔"

علامہ زرقانی مائتین کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ای السورۃ التی تلی السبع الطوال و التی اولہا ما یلی الکہف لزیادۃ کل منہا علی مائۃ ایۃ او التی فیہا القصص و قیل غیر ذالک" (زرقانی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر)

یعنی گیارہ مع الوتر کا قیام سبع طوال سے ہوتا جو کہ سورہ کہف سے پہلے پہلے کی سورتیں ہیں اور اس لئے بھی مائتین کہا گیا ہے کہ یہ سورتیں سو سو آیتوں سے زیادہ لمبی ہیں یا کہ ان میں قصص وغیرہ ہیں۔

صراحت سے مقطرانہ ہیں۔

وذکر الحبیب انہا کانت اولا احدی عشرۃ رکعۃ

كانوا يطيلون القراءة .... الخ

حضرت عیینہؓ فرماتے ہیں کہ جب تک لمبی قرآت رہی گیارہ مع الوتر سے قیام رہا لیکن جب مختصر قرآت پر اکتفا کرنے لگے تو تعداد رکعات میں اضافہ یا بڑھوتری کو مناسب سمجھا گیا۔

عالم مدینہ اور موطا کے بیان کردہ مسئلہ کا انکار مسلمان کی شان سے تو یقیناً بعید ہے۔ لیکن جن لوگوں کو سنت سے نفرت ہے وہ اپنی فطرت کے تحت اس پر بھی زبان درازی سے رک نہیں سکتے۔

حافظ ابن حجرؒ نے محققین سلف کا فیصلہ یوں لکھا ہے :-

"تعداد رکعات تراویح کا اختلاف امر اہم نہیں کہ سنت یا قرآن مجید میں اختلاف ہے بلکہ یہ اختلاف بعد کا اجتہادی طریقہ سے پیدا شدہ ہے جو قرآت کی طوالت اور اختصار سے واقع ہوا یعنی جو لوگ لمبی قرآت کو افضل جانتے تھے وہ تو معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ اور تیرہ رکعات کو سنت سمجھتے ہوئے عمل پیرا ہیں۔ جن بزرگوں نے رکوع سجدہ کی کثرت کو افضل بیان کیا انہوں نے مختصر قرآت سے زیادہ رکعات پڑھنے کو افضل سمجھا۔

چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

"والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال ويحتمل ان ذلك الاختلاف بحسب تطويل القراءة وتخفيفها فحيث يطيل القراءة تقل الركعات وبالعكس وبذلك جزم الداودي وغيره (فتح الباري ج۴ ص۲۵۳)

یعنی امام داوودی وغیرہ سلف محققین و ماہرین علم حدیث فرماتے ہیں کہ طرق مذکورہ کا اختلاف فرمان عمرؓ میں نہیں ہے بلکہ اجتہادی اختلاف ہے جس کی جمع و تطبیق ممکن ہے یعنی جن ائمہ کے نزدیک طولِ قراءت سے قیام اور لمبے رکوع و سجود افضل ہیں وہ گیارہ رکعات پر اکتفا فرماتے اور جن کے نزدیک کثرتِ رکوع و سجود افضل ہیں وہ مختصر قراءت کے ساتھ زیادہ رکعات پڑھتے۔

خاتمۃ الحفاظ مزید فرماتے ہیں :۔

"والعدد الاول موافق لحدیث عائشۃ المذکور

بعد هذا الحدیث فی الباب والثانی قریب منه"

(فتح الباری مصری ج۴ ص۲۰۴)

گیارہ رکعات کی تعداد والی روایت تو حضرت عائشہؓ کی حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے صحیح ہے، کیونکہ وہ حدیث باب تراویح و تہجد کی واضح دلیل ہے۔

پس اس حدیث کے بعد حضرت عمرؓ کا گیارہ رکعات سے احیاء تراویح کے باب کا دوسرا ثبوت ہے۔

رہی تیرہ رکعات کی روایت تو وہ حدیث اور فرمانِ عمرؓ کے قریب تر ہونے کی وجہ سے صحیح ہے۔

حافظ بیہقی عن الائمہ امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ :۔

"ہمیں عالم مدینہ نے خبر دی ہے کہ سائب بن یزید کہتے ہیں۔

امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان

یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ (سنن کبریٰ بیہقی ج۲)

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم

یا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کرو۔

سائب بن یزید کہتے ہیں :-

"کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرۃ رکعۃ"

ہم عہد فاروقی میں گیارہ مع الوتر تراویح پڑھا کرتے تھے۔

بعد روایت کرنے اس اثر کے سیوطی فرماتے ہیں :-

"سندہ غایۃ الصحۃ[1] (اس اثر کی سند نہایت صحیح ہے)

عن سائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب

ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی

عشرۃ رکعۃ الحدیث (قیام اللیل مروزی ص۹۲)

حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ مع الوتر تراویح پڑھانے

کا حکم دیا۔

حنفی عدالت کا فیصلہ حافظ ابن حجرؒ حافظ بیہقیؒ امام مروزیؒ اور حافظ

سیوطی کے بیانات کے بعد حنفی مذہب کی عدالت عالیہ کے چیف ججوں کے

اٹل فیصلے پڑھیے۔

امام الائمہ احناف فرماتے ہیں :-

" وفی روایۃ الموطا باحدی عشرۃ وجمع بینھما

بانہ وقع اولا (فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول مصری ص۳۳۴)

ایک روایت موطا میں گیارہ رکعت ہیں اور جمع دونوں روایتوں کا

اس طرح پر ہے کہ اولاً حضرت عمرؓ نے صرف گیارہ ہی رکعت تراویح

پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

---

[1] مصابیح سیوطی ص۱۵ مطبوعہ لاہور۔

پڑا سمجھا ہے .... مشکوٰۃ کی سات والی حدیث کے تحت
احدی عشرۃ رکعۃ کی شرح میں فرماتے ہیں :-

" ای فی اول الامر فقصدوا التشبیہ بہ صلی اللہ
علیہ وسلم فانہ صح عنہ انہ صلی بالصحابۃ ثمانی رکعات
والوتر (مرقاۃ المصابیح ج ۲ ص ۱۷۴)

حضرت عمرؓ نے اولاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
مبارکہ کے احیاء کی غرض سے گیارہ مع الوتر ہی کا حکم دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ کو رمضان قیام میں آٹھ رکعات اور وتر ہی پڑھائے
تھے۔

آگے فرماتے ہیں :-

"ھذہ الروایۃ موافقۃ لروایۃ عائشۃ فی عدد قیام
فی رمضان وغیرہ وکان عمر امر بھذا العدد
زمانا (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۷۴)

گیارہ مع الوتر سے حضرت عمر کا حکم فرمانا یقیناً حدیث عائشہ کے موافق
ہے جو کہ معمول نبوی کا صحیح مظہر ہے۔ ایک زمانہ عہد فاروقی کا معمول بھی
یہی رہا۔

نامور حنفی مولانا احمد علی سہارنپوری موطا کی روایت احدی عشرۃ
کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" بانہ رفع اولاً یعنی حضرت عمرؓ نے تو یقیناً گیارہ
مع الوتر کا حکم فرمایا تھا "

پھر اس سے آگے لکھتے ہیں :-

"ان قیام رمضان سنة احدی عشرة رکعة بالوتر" (صحیح بخاری - ج۱ - ص۱۵۴ مجتبائی دہلی)

یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمول سے ۱۱ گیارہ رکعت تراویح ہی ثابت ہے

نقشبندی چشتی قادری حاشیہ مشکوٰۃ: باب قیام شہر رمضان کی حدیث اعرج کے لفظ ثنتی عشرة رکعة کے حاشیہ میں لکھا ہے:-

"ان التراویح فی الاصل احدی عشرة مع الوتر فی جماعة فعله صلی اللہ علیہ وسلم" (مشکوٰۃ نور محمد دہلی)

تراویح درحقیقت گیارہ مع الوتر ہی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مع وتر قیام اسی تعداد سے فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ کے فرمان احدی عشرة کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"بأنه وقع اولاً"

حضرت عمر نے بھی اصل معمول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق پہلے تو یقیناً گیارہ ہی کا حکم دیا تھا۔

نکتۂ ثمانیہ کا فیصلہ: اصل سنت تراویح آٹھ رکعات ہی ہیں۔ لہٰذا ہم ان محققین ائمہ حدیث اور پانچ چیدہ جغادری احناف کے متفقہ فیصلوں کو کافی سمجھیں:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ

اور جمہور علماء امت کا متفقہ فیصلہ

واقعہ تراویح کے چشم دید حالات بیان کرنے والے بزرگ کا اسم گرامی اعرج ہے۔ آپ کبیر الشان تابعیہ سے ہیں۔

صاحب مشکوٰۃ اکمال میں لکھتے ہیں:۔

"ھو الاعرج اسمہ عبد الرحمن بن ھرمز المدنی بنو ھاشم من مشاھیر التابعین و ثقاتھم مات بالاسکندریۃ عشر و مائۃ سنۃ"

علامہ ذہبی ترجمہ اعرج میں فرماتے ہیں:۔

"الھاشمی المدنی کاتب المصاحف سمع ابا ھریرۃ و ابا سعید الخدری .... کان ثقۃ ثبتا عالما مقرئا .... الخ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۹۱، ۹۲)

آپ کا نام عبد الرحمن بن ہرمز مولیٰ بنی ہاشم مطلبی مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ آخری عمر میں اسکندریہ چلے گئے اور وہیں آپ کی وفات دوسری صدی کی ابتداء میں واقع ہوئی۔

آپ ماشاء اللہ کاتب المصحف کے ممتاز لقب سے مشہور تابعی اور ثقہ محدث ہیں۔ عالم فقیہ حافظ و قاری ہیں۔

تعداد رکعت اور کیفیت ادائیگی تراویح کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"جب سے ہم نے ہوش سنبھالا تو ما ادرکت الناس الا

وھم یلعنون الکفرۃ فی رمضان قال وکان القاری یقرء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات فاذا قام بہا فی اثنی عشرۃ رکعۃ رأی الناس انہ قد خفف"

(موطا امام مالک مشکوٰۃ)

یعنی کہ صحابہؓ کو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر اور رمضان کے قیام تراویح میں کفار نابکار پر بددعا کرتے ہوئے پایا اور دیکھا کہ امام تراویح سورہ بقرہ ایسی لمبی قرأت سے اکثر آٹھ رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

پھر اگر امام تراویح کبھی اتنی ہی لمبی قرأت سے بجائے آٹھ رکعات کے بارہ رکعات سے قیام کرتے تو مقتدی بوجہ سہولت و آسانی قیام کے اس تعداد رکعات کو اس مذکورہ قرأت کے اعتبار سے تخفیف سمجھتے۔

الفاظ حدیث شہادت ہیں کہ وتر مذکورہ دونوں رکعتوں سے بالکل علیحدہ ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعات کے بعد جب وتر تین رکعات پڑھتے تو حدیث عائشہؓ اور سائب کی روایت کے حساب سے پوری گیارہ رکعات ہو جاتیں جو مطابق معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصل احیاء سنت ہے۔

یعنی دوسری تعداد یعنی بارہ رکعات تراویح کے پھر اس کے بعد صرف ایک وتر پڑھ لیا کرتے تھے کیونکہ زیادہ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تیرہ رکعات بھی ثابت ہے۔

بہر حال دونوں حدیثیں اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہیں کہ

لہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں :- ادرک الاعرج جماعۃ من الصحابۃ وکبار التابعین (ج ۱ ص ۲۳۹)

تعداد رکعات تراویح کے اقوال میں زیادہ سے زیادہ رکعات تراویح اتباع سنت تیرہ ہی ہیں۔

یقین نہ ہو تو فن حدیث کے امام اور اتباع تابعین رضی اللہ عنہم کے مخصوص فرد محمد بن اسحاق کا قول و عمل علامہ عینی حنفی شارح بخاری شریف سے پڑھیے جو بلفظہ یہ ہے:۔

"وقیل ثلث عشرة رکعة واختاره محمد بن اسحٰق وقال ما سمعت فی ذالك حدیثا هو اثبت عندی ولا احری بان یکون من حدیث السائب وذالك ان صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم کانت من اللیل ثلث عشرة رکعة" (عینی)

ایک قول یہ ہے کہ تراویح تیرہ رکعت ہیں۔ امام محمد بن اسحاق کہتے ہیں میرے نزدیک یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ کیوں کہ اولاً یہ سائب کی گیارہ رکعت والی روایت کے قریب تر ہے اور پھر خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی رات کی نماز تیرہ رکعات پڑھنا ثابت ہے۔

بلکہ یہ حافظ ابن حجر کے فیصلہ کی تائید ہے جو پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ گیارہ تو حدیث مسلم کے بعد دوسرا خاص ثبوت ہے اور تیرہ اس کے قریب تر۔

عہد فاروقی کی تعداد رکعات تراویح کی صحیح کیفیت خود فقہاء حنفیہ کے فرامین اور ائمہ محدثین کی تصدیقات سے ذکر ہو چکی۔

لہذا اب باقی اعتراضات کی مختصر کیفیت بھی بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے جو احادیث صحیحہ اور مسلمہ آثار کے مخالف ہیں اور اگر بفرض محال ان کو تسلیم

بھی کر لیا جائے تو وہ آٹھ کے منافی نہیں یعنی یہی ہو گا کہ صحابہ بیس پڑھتے تھے جیسا کہ اس تعداد سے چالیس تک ثابت ہے۔

بطور نمونہ ہم ان سے دو نمبروں کو لیتے ہیں جو خاص کر اہم ہیں:

۱۔ یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمرؓ میں تیئیس ۲۳ رکعات مع وتر پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

جواب (۱) دونوں اقوال ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ پڑھانے والے امام کا نام بتانے سے ہی قاصر ہیں۔

(۲) یزید بن رومان اور یحییٰ بن سعید کو عہد فاروقی دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا۔

چیلنج اگر کوئی صاحب ان دونوں بزرگوں کا عہد فاروقی میں تاریخی حیثیت سے تراویح کی صف میں کھڑا ہونا ثابت کر دیں تو ہم ان کو پورے ایک ماہ کی امامت نماز کی رقم عطا کر دیں گے۔

علامہ سیوطیؒ کا فیصلہ ان تمام اقوال کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے عالم مدینہ کا معمول وفتویٰ پڑھیئے:

"قال الجوزی من اصحابنا عن مالک انه قال الذی جمع علیه الناس عمر بن الخطاب احب الی وهو احدی عشرة رکعة وهی صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم قیل له احدی عشرة رکعة بالوتر قال نعم وثلث عشرة قریب قال ولا ادری من این احدث هذا الرکوع الکثیر (مصابیح سیوطیؒ مطبوعہ لاہور)

ہمارے ائمہ محققین شافعیہ سے امام جوزی نے امام مالکؒ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ :-

" ہمیں تو نمازِ تراویح کی گیارہ رکعتیں ہی محبوب ہیں کیوں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو اسی تعداد سے پڑھنے پر جمع کیا اور یہی تعداد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہے "

بطورِ تشریح آپ سے پوچھا گیا کہ :-

" واقعی اصل سنت اور احیاء خلیفہ ثانی صرف گیارہ رکعات مع الوتر ہی ہیں ؟

تو آپ نے فرمایا کہ :-

" گیارہ اصل سنت ہیں اور تیرہ رکعات اس عدد سے قریب تر ہیں ۔ اس سے زیادہ رکعات سنت نہیں وہ لوگوں کی اجتہادی ہیں "

امام السنۃ امام احمد بن حنبل کا فتویٰ بھی پڑھیے :-

" قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ کان سواء لم یکن زیادۃ وھو مذھب احمد فی احد الروایتین فیہ (رسالہ شرح تراجم البخاری محدث دہلوی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان اور غیر رمضان کی تہجد کی رکعات ایک ہی ہیں ۔

خلفاء راشدینؓ، اجلہ صحابہؓ کرام، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ

سے

= آٹھ رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے =

درمیان بیس رکعات تراویح کا گمان ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے تراویح باجماعت کا اہتمام فرمادیا یقیناً گیارہ مع الوتر ہی سے کرایا تھا لیکن بعد کو آپ نے صحابہ کو بیس رکعات پر متفق کر دیا۔

لہٰذا اسی عہد سے عثمانیؓ و علویؓ خلافت کا معمول بھی یہی چلا آیا ہے اور یہی معمول خلافت راشدہ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث میں بھی مراد مقصود ہے چنانچہ صاحب ہدایہ اور شرح وقایہ کا قول واظب علیہ الخلفاء الراشدون[1] ذکر ہو چکا ہے۔

علامہ ابن ہمام اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولا شك في تحقق الامر في ذلك لم يواظب عليه الصلاة والسلام فيكون سنة ولكونها سنة الخلفاء الراشدين ندب الى سنتهم"

اس عبارت کا اردو ترجمہ اردو شرح وقایہ سے نقل کرتے ہیں:

" اور نہیں شک ہے کہ یہ امر وارد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق ہے اس لیے تراویح سنت ہوگی اور بیس رکعات سنت خلفاء راشدین کی ہے اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ تم پر لازم ہے سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی دلالت ہے طرف ان کی سنت کے (ہدایہ [illegible])

---

[1] پوری عبارت یہ ہے: واظب علیه الخلفاء الراشدون والنبي صلى الله عليه وسلم بين العذر في تركه المواظبة وهو خشية ان تكتب علينا (ہدایہ مع فتح القدیر [illegible])

بعد کے تمام حضرات بھی یہی کہتے آئے ہیں کہ خلفاء کی سنت اور صحابہ کا متفقہ معمول ہے۔

خلفاء راشدین اور بعض دوسرے اکابر صحابہؓ اور تابعین سے اول رات باجماعت تراویح پر ہمیشگی اور ملازمت ثابت نہیں۔

چنانچہ تراویح باجماعت کا انتظام کرنے والے خلیفہ ثانی اول رات تراویح کی بجائے تہجد کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ صاحب ہدایہ کے دعوی کی حقیقت خود حنفی امام سے ملاحظہ فرمایئے۔

حافظ زیلعی حنفیؒ نے نصب الرایہ کی تالیف محض ہدایہ کے مسائل و تخریج یا اصل ماخذ ظاہر کرنے کی غرض سے فرمائی ہے لیکن باوجود اس ذمہ داری کے "واظب علیہ الخلفاء الراشدون" کی سند و دلیل بیان کرنے سے سوائے خاموشی کے انہیں کوئی چارہ نہ ہوا۔ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یعنے حافظ زیلعیؒ کی خاموشی دلیل ہے کہ ان کو خلفاء راشدین کے باجماعت پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں مل سکی۔

حافظ ابن حجرؒ نے بھی ہدایہ کی تخریج و ماخذ بیان کرنے کی ذمہ داری لیتے ہوئے "درایہ" تالیف فرمائی ہے۔

پس "واظب علیہ" کی سند و دلیل کی تلاش و جستجو کے لیے انتہائی عجز و انکساری سے فرماتے ہیں۔

"لم اجدہ" (درایہ ص ۱۲۳ مطبوعہ دہلی)

یعنے صاحب ہدایہ کے قول "واظب علیہ" کا کوئی ثبوت مجھے نہیں مل سکا۔

حنفی، شافعی مذہب کے محققین کا اعتراف و اقرار اس کا ثبوت ہے کہ۔

"صاحب ہدایہ نے مختصر گفتگو کر کے "والحجۃ علیہ" کا اعلان کر دیا ہے اور اس کے تمام ائمہ مجتہدین کو [illegible] کر کے [illegible]

مسلمانوں سے کئی سو برس پہلے

خلفاء راشدین، اکابر صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین بلکہ ائمہ مجتہدین کا تراویح باجماعت میں شریک نہ ہونا اور اس سے تہجد کو افضل سمجھ کر عمر بھر تہجد کی صورت میں قیام رمضان فرمانا اور اس کا اعلان کرنا خود اتنا صاف کر گیا ہے۔

چنانچہ موطا کی حدیث سے ذکر ہو چکا کہ حضرت عمرؓ اور ان کے شاگرد [illegible] کے اختیار سے آزمائی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم روایت کی وجہ سے تابعی ہے، باوجود تراویح باجماعت کا اہتمام فرمانے کے خود شریک جماعت تراویح نہیں ہوتے بلکہ تراویح باجماعت پڑھنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"تہجد افضل ہے"

اور ہدایہ کے الفاظ ہیں

"[illegible] المستحب"

صحابہؓ کو تراویح کی نماز سے علیحدہ رہتے ہوئے تمام رمضان تہجد پڑھنا ثابت ہے۔

حضرت شارح صحیح بخاری

اگرچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تمام شارحین بخاری نے حضرت عمرؓ کا تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہونا تہجد پڑھنا اور ساتھ ہی تراویح پڑھنے والوں کو تہجد کی ترغیب دینا اس کی وجہ سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

دیکھئے ہم صرف حجۃ الاعتماد علامہ عینی اور دیگر محققین نامور سلف صالحین کے الفاظ سے نقل کرتے ہیں۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:۔

"فيه اشعار بان عمر كان لا يواظب على الصلاة معهم وكانه يرى ان الصلاة في بيته افضل ولا سيما في آخر الليل وعن هذا قال الطحاوي التراويح في البيت افضل (عمدة القاري ج ۱۱ ص ۱۲۶)"

یعنی والتی ینامون کے الفاظ ثبوت ہیں کہ حضرت عمرؓ جماعت سے تراویح پڑھا کرتے تھے بلکہ وہ تہجد کو تراویح سے افضل جانتے ہوئے اکیلے گھر پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اکیلے گھر پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے بایں سبب امام طحاوی بھی تراویح کو بصورت تہجد پڑھنے کو افضل فرماتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

"وقيل الآخر انها افضل (مرقاة)"

یعنی تہجد پڑھنا اول رات کی تراویح سے بہتر ہے۔

مولانا انور شاہ دیوبندیؒ اس حقیقت کو اس طرح فرماتے ہیں:۔

"فانه كان يصلي التراويح في بيته في آخر الليل مع انه كان امر ان يؤدوها بالجماعة في المسجد ومع ذلك لم يدخل فيها وذلك لانه كان يعلم ان عمل النبي صلى الله عليه وسلم كان بادائها في آخر الليل ثم عليه قال ان الصلوة التي تقومون

ینامون اول اللیل مفضلة منها لو کنتم تقومون قیاماً فی آخر
اللیل فیصلی الصلوٰۃ وحدہ ویفضل قیامها فی آخر
اللیل علی القیام بها اول اللیل (فیض الباری مصری [illegible])

حضرت عمرؓ تراویح کے بعد رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر میں پڑھا
کرتے تھے۔ اسی لئے خود انہوں نے بھی تراویح باجماعت پڑھنے کا دوسرے
لوگوں کو حکم دیا لیکن باوجود حاکم وقت اور جماعت کا انتظام کرنے کے خود ان
کے ساتھ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

یہ امر ثابت کر دیتا ہے کہ آپ کا یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر حصہ
رات میں تہجد کی صورت میں پڑھنے کو افضل جانتے بلکہ تراویح پڑھنے والوں
کو بطور ترغیب سمجھایا کرتے کہ فرمایا کرتے کہ

"تراویح باجماعت سے بعد میں تہجد گھر میں اکیلا
پڑھنا افضل ہے"

حضرت ابن عباسؓ مفسر قرآن وجلیل القدر مجتہد صحابی کا بھی تراویح
سے الگ اپنے گھر میں بعد میں تہجد پڑھنے کا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔
علامہ زرقانی مؤطا کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابن عباس سے کہتے ہیں وعن طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
وهو فی رمضان فی المسجد فسمع ضجة الناس حین
انصرفوا من القیام فقال اما الذی یبقون من اللیل احب
الی مما مضی منه (زرقانی شرح مؤطا امام مالک مصری ص [illegible])

رمضان شریف میں جبکہ حضرت عمرؓ کی مسجد کے لوگ ساتھ پڑھا کئے
ہم ان کے پاس ہوتے تھے کہ لوگ تراویح سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلے تو ان

کی آواز اور گفتگو سے شور سا معلوم ہوا۔ اس پر امیر المومنین نے دریافت فرمایا کہ:

"یہ شور و غل کیسا ہے؟"

خادم نے عرض کیا:

"حضور! لوگ تراویح سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔"

اس پر آپ نے فرمایا:

"مجھے تو یہی پسند ہے کہ قیام رمضان یا تراویح بعد میں تہجد آخری حصہ رات میں پڑھی جا سکے۔"

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

"مذکورہ روایت کو امام مروزی نے اپنی قیام اللیل میں دوسری سند سے بھی ذکر کیا ہے" (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳)

ماحصل و نتیجہ: یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ جماعت سے تراویح نہیں پڑھتے تھے، بلکہ وہ تہجد کو تراویح سے افضل سمجھ کر پڑھتے اور لوگوں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ دوسرے جلیل القدر خلفاء حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اکیلا تہجد پڑھتے تھے جیسا کہ فتح القدیر شرح ہدایہ کے الفاظ سے واضح ہے۔

جمہور علماء کا فتویٰ: حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۱ پر "والتی تنامون عنہا افضل" کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"والی قول عمر جنح الجمہور وعن مالک فی احدی الروایتین وابی یوسف وبعض الشافعیۃ الصلوٰۃ فی

بیوت افضل عملا بصورة قوله صلى الله عليه وسلم

افضل صلاة المرء في بيته الا المكتوبة وهو حديث

صحيح اخرجه مسلم من حديث ابي هريرة "

مزید تشریح سے لکھتے ہیں :

" شوافع کا فتویٰ یہ بھی ہے کہ من کان یحفظ القرآن

ولا یخاف الکسل ولا تختل الجماعة فی المسجد بتخلفه

فصلاته فی الجماعة والبیت سواء "

مقصد یہ کہ حضرت عمرؓ تہجد کو افضل سمجھ کر خود تہجد ہی پڑھتے بلکہ لوگوں کو

بھی ترغیب دیتے ۔

جمہور علماء امت کا خیال اور عمل رہا ہے تراویح کے تہجد کی افضلیت پر

یہی مسلک امام مالکؒ اور ابو یوسف حنفی امام شافعیؒ اور بعض شوافع بھی تراویح

سے تہجد پڑھنے کو افضل جانتے ہیں ۔

شوافع کا ایک فتویٰ یہ بھی ہے کہ حافظ قرآن کا جب کہ لوگوں سے

علیحدہ پڑھنا جماعت میں خلل نہ ہو تو اسے علیحدہ تہجد پڑھنے میں کوئی

مضائقہ نہیں ۔

امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے یہی نقل کیا ہے :

" واختار الشافعی ان یصلی الرجل وحده اذا کان

قارئا " (ترمذی قیام رمضان)

حافظ قرآن کے لئے تو گھر میں تہجد کی صورت میں پڑھنا افضل ہے

علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں ہر عالم و مجتہد کا قول و فتویٰ متعلقہ

تراویح یوں لکھا ہے :

"وان فعلها فی البیت احب الی" (میزان الکبریٰ)

ہمیں تو یہی پسند ہے کہ بصورت تہجد گھر ہی پڑھی جا سکتی ہے۔

حنفی امام ثانی قاضی ابو یوسف کا قول یوں ہے:

"جماعت میسر ہونے کے باوجود بھی تو اکیلے بصورت تہجد گھر پڑھنا ہی افضل و پسندیدہ ہے"

بلفظہ:

"فاحب ان یصلی فی بیتہ"

نامور حنفی امام طحاوی کا قول عمدۃ القاری سے ذکر ہو چکا ہے۔

خلاصۂ کلام: متقدمین کا خلفاء راشدین کی تراویح پر مواظبت، تابعین اور ائمہ مذاہب کا تراویح پڑھنے کا ڈھنڈورا فرضی افسانہ ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ تراویح سنت ہیں اور حضرت عمرؓ نے سنت ہونے کی بنا پر اجراء فرمایا اور صحابہ نے اسے قبول و پسند کیا، لیکن بایں ہمہ تہجد کی افضلیت سے بھی کسی کو انکار نہیں۔

خلافتِ راشدہ میں رکعاتِ تراویح

کے

اضافوں کی تفصیل

حضرت سائبؓ اور اعرجؓ کی گذشتہ روایتوں کے الفاظ:

(۱) "کان القاری یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا"

(۲) "وکان القاری یقرأ سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات"

(۳) "وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر" سے ظاہر ہو چکا کہ:

۱۔ عہد فاروقی میں جب تراویح باجماعت کا اہتمام ہوا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنونہ قیام تراویح کی مقدار کو عرض سمجھ کر سورہ بقرہ اور آل عمران جیسی لمبی سورتوں سے آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

۲۔ مقتدی لوگ لمبی قرات میں لاٹھیوں کا سہارا لئے ہوئے پڑھتے تھے۔

۳۔ تراویح سے فراغت ایسے وقت ہوتی جب کہ صبح بالکل قریب ہوتی چونکہ پوری رات کی بیداری اور لمبا قیام تمام عوام کے لئے مشکل تھا اس لئے ابتدائی عہد میں جو کچھ کرایا ہوا، بالآخر صحابہؓ نے آسانی کے لئے کثرت رکوع و سجود کی فضیلت کی بنا پر اجتہاداً قرات کو مختصر کرتے ہوئے تعداد رکعات کو بڑھا دیا۔

چنانچہ گیارہ و تیرہ الوتر، تئیس مع الوتر بھی پڑھی گئیں، جیسا کہ اعرج کی روایت بارہ رکعات سے آٹھ پڑھا ہے۔ پھر اس سے اوپر بیس (۲۰)، چوبیس (۲۴)، اٹھائیس (۲۸)، چونتیس (۳۴)، چھتیس (۳۶)، اڑتیس (۳۸) اور چالیس (۴۰) بلکہ اس سے بھی اوپر (اور ایک ہی سلام سے ساری رات) رکعتیں پڑھائی گئیں۔

واضح ہو تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی مع حوالہ کو عمدۃ القاری جلد ۵ ص۳۵۵، شرح صحیح بخاری اور فتح الباری جلد ۴ ص۲۱۲ دیکھنی چاہئیں)

غرضیکہ تعداد رکعات تراویح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور احادیث صحیحہ میں منقول ہیں گیارہ اور تیرہ رکعات مع الوتر ہی ہیں اور اس سے اوپر کی تعداد صحابہؓ کے اجتہادی طور پر عامل ہونے کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

جیسا کہ فتح القدیر، بحر الرائق، مرقاۃ اور عینی الباری وغیرہ حنفی مذہب

کی مستند کتب سے ذکر ہو چکا۔ مگر امام مالک اور اہل حدیث، اہل سنت
کو سینے سے لگائے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ ع

کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہیں گے ہم

فقہائے احناف کی بیس رکعات تراویح اسی مذکورہ فہرست سے ایک
ہے لیکن ان کا یہ دعوے کہ بیس پر طور مسئلہ اور اتفاق ہو گیا، غلط ہے
کیونکہ اضافہ کے دوران جیسا کہ سولہ، چوبیس سے چونتیس تک کی تعداد
کا بڑھایا جانا ثابت ہے، وہی مقام بیس کو بھی حاصل ہے۔

محققین سلف کا فیصلہ بحوالہ فتح الباری (کان ذلک) اختلاف
بسبب: بتطویل القراءۃ وتخفیفہا فحیث یطیل القراءۃ تقل
الرکعات وبالعکس، ذکر ہو چکا کہ تعداد رکعات کا اختلاف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب میں نہیں بلکہ اجتہادی اختلاف ہے جو
قرأت کی طوالت سے اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولی تا دیر
کے موافق پھر کثرت رکوع اور سجود کی فضیلت کی بنا پر واقع ہے اور یہ عہد
فاروقی میں ہی شروع ہوا ہے۔

چنانچہ ابتدائی قیام میں سبع طوال یعنی سورہ بقرہ، نساء، آل عمران، المائدہ
سورتیں ہی پڑھا کرتا تھا اس میں قدرے تخفیف کر دی گئی۔

چنانچہ قیام اللیل صفحہ ۹۲ میں ہے:

"فی کل رکعۃ بخمسین آیۃ ستین آیۃ وانصرف الشفع

ایک رکعت میں پچاس ساٹھ آیت کی قرأت سے پڑھتے

دوسری روایت میں ہے:

" ان عمر جمع القراء فی رمضان فامر اخفہم

قراءة أن يقرء ثلاثين آية و أوسطهم خمساً و
عشرين و أقلهم قراءة عشرين (قيام الليل ص۹۴)

حضرت عمرؓ نے تراویح پڑھانے والے قاریوں کو جمع کر کے یہ ہدایت
فرمائی کہ جلدی پڑھنے والا تیس اور درمیانی تلاوت کرنے والا پچیس اور
آہستہ پڑھنے والا بیس آیات ہر ایک رکعت پڑھا کرے۔

ائمہ اربعہ کے اقوال امام مروزی نے امام مالک کا فتویٰ یوں نقل کیا ہے۔

(۱) "وقد قام الناس هذا القيام قديما فقيل له كم القيام
فقال تسع وثلاثون ركعة بالوتر" (قيام الليل ص۹۲)

قدیم الایام یعنی صحابہ کے زمانے سے اہل مدینہ (مسجد نبوی) کا معمول
تراویح انتالیس (۳۹) مع الوتر چلا آرہا ہے۔

(۲) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے
"اہل مدینہ کو انتالیس مع الوتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے
اور اہل مکہ کو بیس پڑھا کرتے تھے" و ليس في شيء من هذا
ضيق ولا حد ينتهى اليه لانه نافلة فان اطالوا القيام
واقلوا السجود فحسن وهو احب الي" (قيام الليل ص۹۲)

تعداد رکعات تراویح کے اختلاف میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نوافل
ہیں۔ مقتدیوں کی پسند کے مطابق پڑھے جا سکتے ہیں لیکن مجھے لمبی قرأت قیام سے کم تعداد
رکعات پڑھنا ہی زیادہ پسند ہے۔

(۳) امام احمد: امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا۔
"تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہییں؟
اس پر امام احمد نے فرمایا۔

"اس میں بہت سے اقوال ہیں اور آخری تعداد چالیس ہے
سائل (اسحاق) نے قرأت نفلی کے لیے کہا:
"ہم چالیس ہی کو اختیار کرتے ہیں کیوں کہ مختصر قرأت
سے آسان ہے"
اصل الفاظ یہ ہیں:
"وكم من ركعة يصلي في قيام شهر رمضان فقال
قد قيل فيه أقوال نحو من أربعين إنما هو تطوع
قال أبو إسحاق نختار أربعين ركعة وتكون القراءة
أخف" (قيام الليل ص ۹۲)
(۲) حضرت امام اعظم سے یوں منقول ہے:
"قال محمد طول القيام في الصلاة التطوع أحب إلينا
من كثرة الركوع والسجود وكل ذلك حسن وهو
قول أبي حنيفة (كتاب الآثار امام محمد ص ۴۲ مطبوعہ لاہور)
امام محمد فرماتے ہیں کہ:
"نوافل میں لمبی قرأت سے کم تعداد رکعات پڑھنا مختصر قرأت
سے زیادہ رکعات پڑھنے سے ہمیں زیادہ محبوب ہے اور یہی
قول ہے ہمارے استاذ ابو حنیفہ کا ہے"

مالکیوں میں تراویح کا اختلاف حافظ عینی فرماتے ہیں کہ:
"گیارہ اور بیس کے اختلاف کا مطلب یہ ہے فإنهم كانوا
يقومون بإحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين
ويوترون بثلاث والله أعلم (ج ۲ ص ۲۹۱)

اولاً تو یقیناً گیارہ مع الوتر سے تراویح پڑھتے تھے پھر جب کہ اضافہ شروع ہوا تو بیس بھی پڑھی گئیں۔

مزید تشریح کے لئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

بأنهم كانوا يقومون بإحدى عشرة واحدة منها

ثم قاموا بعشرين وأوتروا بثلاث (زرقانی ص۲۳۹)

پہلے تو صرف گیارہ مع الوتر ہی پڑھتے رہے، پھر قرأت کو مختصر کرنے کی بنا پر بیس پڑھنے لگے اور تین وتر۔

شیخ محققین کا فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث اخرج کے لفظ لیس فی رمضان ولا فی غیرہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وكأن [illegible] القراءة [illegible] من الركعات لأن

ذلك أخف على المأمومين من تطويل الركعة الواحدة

فكانت طائفة من السلف يقومون بأربعين ويوترون

بسبع وآخرون بست وثلاثين ويوترون بثلاث

وهذا كله حسن سائغ (فتح الباری ج۳ ص)

قرأت کو مختصر کرنے کی وجہ سے رکعتوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا کیونکہ مختصر قرأت مقتدیوں کے لئے آسانی کا موجب ہے، بہ نسبت لمبی قرأت کی ایک رکعت کے۔

یہی وجہ ہے کہ سلف کا ایک گروہ چالیس رکعات تراویح اور سات وتر پڑھتا اور دوسرے چھتیس رکعات اور تین وتر سے قیام کرتے۔ لہٰذا رکعات کا یہ اختلاف موجب اعتراض نہیں بلکہ محمول ہے۔

آخری قول یوں لکھا ہے۔

"فتحصل من هذا کله ان التراويح فی الاصل احدی عشرة بالوتر فی جماعة فعله صلی الله علیه وسلم "

(مرقاة ج۳ ص۱۹۴)

سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ اصل رکعات تراویح یقیناً گیارہ مع الوتر ہی ہیں جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے پڑھائیں۔

مولانا انور شاہ حنفی فرماتے ہیں :-

"خففوا القراءة ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بان زادوا الرکعات فجعلوا عشرین مکان العشر" (فیض الباری ج ۲ ص۴۲۰)

قرأت کو مختصر کرنے میں رکعات کے بڑھانے کو کافی سمجھ کر دس کی جگہ بیس کر دیا گیا۔

لورمولانا عبدالحی لکھنوی میں لکھتے ہیں :-

شرح وقایہ " اس صورت سے بیس رکعات تراویح ہو گی اور آٹھ ان میں سے سنت " (ج ۱ ص۱۷۵ مطبوعہ نولکشور)

تحفہ کرام تعداد رکعات میں جب اضافہ شروع ہوا تو بیس رکعات بجو آسانی اور سہولت کے شروع ہوئیں اجتہاداً پڑھی گئیں لیکن یہ تعداد یا اس سے اوپر کی زائد تعداد میں سنت نہیں بلکہ خیر القرون کے معمول کی حیثیت سے جائز ہیں ان کے ماننے پر طعن نہیں کیا جا سکتا (بشرطیکہ سنت ثابتہ جو کہ اصل سنت ہے منکر ہو کر اس کو چھوڑ دیا جائے)

لیکن جب تقلیداً اس تعداد کو سنت کا درجہ دیا جاتا ہے تو "بعد اقتدا من احیا سنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید" الحدیث گیارہ مع الوتر پر عمل کرنا اور اسی کی ترغیب دینا لازم ہوگا۔ جو اس سے قلم

اٹھانے کا مقصد صرف یہی ہے کیوں کہ مقلدین کا غلو انتہا درجہ پر پہنچ چکا ہے

بیس رکعات تراویح کی مداومت کا دعویٰ

عہد صحابہ میں جب تعداد رکعات تراویح میں اجتہاداً اضافہ شروع ہوا تو وہ بڑھتی ہوئی تعداد اکتالیس مع الوتر پر مستقر ہوئی لیکن اس کے بعد خیر القرون بلکہ بعد تک مسجد نبوی کا معمول تراویح انتالیس یا اکتالیس رکعت مع الوتر تاریخی حقائق بلکہ خود امام اعظم اور دیگر ائمہ وفقہاء احناف کی تصانیف سے ثابت ہے۔

مگر یہاں ہمارے احناف دوست بیس ہی کا ڈھنڈورا پیٹے جاتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح ہی اصل سنت اور خیر القرون کا متفقہ معمول ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اپنے کرم فرماؤں کے اس دعوے کا ابطال حنفی مسلمات سے بالوضاحت عرض کر دیں۔

احناف کا مسلمہ ضابطہ حقیقت یہ ہے کہ دوسری صدی الہجری تک خلافت راشدہ کا مرکز مدینہ منورہ ہی رہا۔ اجلہ صحابہ و کبار تابعین اور ذی علم اتباع تابعین کی اکثریت یہیں رہی حتیٰ کہ سلاطین کی سلطنت اور دار السلطنت منتقل ہونے کے باوجود مرکز علم اتباع تابعین عالم مدینہؒ نے دیار مدینہ سے باہر گزارا نہ کیا۔

غرضیکہ صحابہ اور تابعینؒ کے علم و عمل کا نچوڑ اگر کہیں ہو سکتا ہے تو وہ اہل مدینہ کا قول و عمل ہی ہے۔

چنانچہ عالم مدینہ کا فیصلہ یوں منقول ہے:

" وقال المالك اجماع اهل المدينة حجة (عینی شرح بخاری)

اہل مدینہ کا قول و عمل شرعی حجت ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے تعداد رکعات تراویح کے متعلق عہد فاروقی سے تا ختم خیر القرون تک مدینہ منورہ کا معمول تراویح ملاحظہ فرمایئے تاکہ بقول شاعر کی ایک لاثانی داعیان عہد صحابہ کے معتقدین عمل کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

<u>حجۃ الاحناف عینی فرماتے ہیں:</u>

" اختلف العلماء في العدد المستحب في قيام رمضان على اقوال كثيرة فقيل احدى واربعون وقال الترمذي رأى بعضهم ان يصلي احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة (عمدة القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۳۵۵)

مستحب تعداد رکعات تراویح میں اہل علم کے بہت سے اقوال ہیں جن میں سر فہرست اہل مدینہ کا قول وکل اکتالیس مع الوتر ہے اور علمائے مدینہ فرماتے ہیں

" قدیم الایام یا عہد صحابہ سے مدینہ منورہ میں یہی تعداد جاری چلی آ رہی ہے"

علامہ عینی نے اہل مدینہ کے معمول تراویح کو با حوالہ ترمذی سے نقل کیا ہے لیکن تعامل اہل مدینہ کی دلیل و حجت جو ترمذی نے روایت کی ہے اس

کو نظر انداز کر دیا ہے۔

لہٰذا اہلِ حدیث کو سب سے خود نوٹ سے پڑھئے۔

"وقال اسحٰق بل نختار احدی و اربعین رکعۃ

علی ما روی ابی بن کعب" (باب ما جاء فی قیام شہر رمضان)

حضرت اسحٰق کہتے ہیں کہ:

"نہیں تو اہلِ حدیث کا معمول تراویح اکتالیس مع الوتر ہونی چاہیے

کیونکہ یہی تعداد رکعات تراویح حضرت ابی بن کعبؓ (امام

جماعت تراویح) سے ثابت ہے"

امام مروزی کا اعلان بحر الحدیث امام مروزیؒ جس کی اس روایت کا اصل ماخذ

قیام اللیل مروزی ہے لہٰذا حضرت ابی سے متعلق ان کی روایت بالفاظ ذیل ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں:

"ان عمر بن الخطاب امر ابیا ان یؤمہم فی رمضان

فکانوا ینامون ربع اللیل و یقومون ربعیہ و

ینصرفون بربع لسحورہم و حوائجہم و کان

یقرأ بہم خمس آیات و ست آیات فی کل رکعۃ و

یصلی بہم ثمانی عشرۃ شفعا یسلم فی کل رکعتین

و یروحہم قدر ما یتوضؤن و یقضون حاجتہم"

(قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص۹۲)

حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ کو سب الناس کا امام قرار دیا اور حکم دیا کہ وہ ماہ

رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھایا کریں۔

بنا بریں حضرت ابیؓ نے رات کے تین حصے مقرر کر کے چوتھائی

رات تو آرام ہوا کرتے۔ ایک چوتھائی تراویح پڑھاتے اور آخری چوتھائی حصہ
رات میں سحری وغیرہ اور ضروریات کا اہتمام کرتے۔
حضرت ابی رضی پانچ چھ آیات کی قرأت سے دو دو رکعت اٹھارہ سلام
سے چھتیس رکعات پڑھا کرتے اور ترویحہ کے لئے مقتدیوں کو اتنا
وقت یا مہلت دیتے کہ شو کر سکیں یا دوسری ضروریات پیشاب وغیرہ سے
فراغت ہو جاتی۔

حضرت ابی رضی کے ترجمہ میں صاحب المشکوٰۃ لکھتے ہیں:

"سماه النبي صلى الله عليه وسلم سيد الانصار
وسماه عمر سيد المسلمين مات بالمدينة سنة تسع عشرة (اكمال)"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی کو سید الانصار اور خلیفہ ثانی حضرت
عمر کو سید المسلمین کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹ھ عہد
فاروقی میں ہوئی ہے۔ لہٰذا سید الانصار کی وفات کے بعد کا معمول تراویح
واضح ہو جاتا ہے۔

امام ابن سیرین مشہور تابعی فرماتے ہیں:

"ان معاذا ابا حليمة القاري كان يصلي بالناس
في رمضان احدى واربعين ركعة" (قيام الليل ص ۹۲)

یعنی حضرت معاذ رضی ابو حلیمہ کی کنیت سے مشہور [illegible]
قاری ہیں لوگوں کو رمضان میں اکتالیس مع الوتر تراویح پڑھایا کرتے تھے۔
حضرت معاذ رضی عام خندق ۵ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا
ہوئے اور ۶۳ھ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔ (حاشیہ قیام اللیل)
اس سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ سے شروع ہو کر یزید کی حکومت

تک مدینہ منورہ میں معمولِ تراویح انتالیس مع الوتر ہی جاری تھا۔

نافع جیسے امام المسلمین تابعی کا چشم دید مشاہدہ و متعلقہ تعامل کا
تراویح مدینہ منورہ (مسجد نبوی) کا معمول یوں منقول ہے:

"لم ادرک الناس الا وھم یصلون تسعا وثلاثین
یوترون منھا بثلاث" (فتح الباری ج۴ ص۲۰۴، قیام اللیل ص۹۱)

یہ سلسلہ عہد صحابہ سے مدینہ منورہ میں مسلسل چلا آ رہا ہے جب ہی تو کہتے
ہیں لوگوں کو انتالیس مع الوتر ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

یاد رکھئے کہ حضرت نافع کبار تابعین سے ہیں فقیہ باکمال محدث و مجتہد تابعی
ہیں جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام کی حیثیت سے زیادہ تر خاندان سے
متعلق تھے اور ابن عمرؓ کے اخص تلامذہ ہونے کے ساتھ ہی آپ کے علوم
نقل کے بھی ذمہ دار تھے

خصوصیت یہی بڑے امام المدینہ اور حضرت ابن عمرؓ و اپنے علوم و عمل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغ ہیں اور دیگر جماعت صحابہؓ کے بھی ثقہ گواہ تھے۔
آپ سے حدیث روایت کرنے والے اکابر امت گذشتہ و سلف شمار
ہیں جن میں سے امام زہری اور امام مالک مدینہ کا اتنا زیادہ شہرت ہوا حاصل ہے کہ
مالک عن نافع عن ابن عمر کو محدثین سلسلۃ الذہب (سونے
کی زنجیر) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ امام المحدثین امام بخاری فرماتے ہیں
کہ تمام اسناد حدیث میں اصح الاسانید مالک عن نافع
عن ابن عمر ہی ہے۔

امام مدینہ فرماتے ہیں:

"دیکھو کہ لوگ کیسے حضرت امام العلم کے درس

میں شمولیت کا فخر حاصل ہے پس جب ہم ابن عمرؓ کی حدیث
امام العلم سے سن لیتے تو کسی دوسرے سے سننے کی ضرورت
ہی محسوس نہ ہوتی۔
صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں:
"نافع ان مجتہدین و محدثین تابعین سے وہ فرد کامل ہیں
جن کی معرفت علم و عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع ہو کر
رہتی دنیا تک زندہ ہے۔ آپ کے ذی شان اساتذہ صدیقہؓ
اور ابن عمرؓ کی وفات سنہ ۵۸، ۵۷ھ ہے اور خود امام العلم نے سنہ ۱۱۷ھ
میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
ماحصل یہ کہ اگر حضرت نافع کی عمر سنہ ۳۵ھ تک کم از کم بیس برس بھی تسلیم
کر لی جائے تو آپ کا تاریخی مشاہدہ خلافت راشدہ سے شروع ہو جاتا ہے
کیونکہ حضرت علیؓ کی شہادت سنہ ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔
حضرت داؤد بن قیس نامور تابعی کا تاریخی مشاہدہ ذیل منقول ہے[لہ]:
"ادرکت الناس فی امارۃ عثمان بن ابان و عمر بن
عبد العزیز یعنی بالمدینۃ یقومون بست و ثلاثین
و یوترون بثلاث ـ قال مالک ھو الامر القدیم
عندنا (فتح الباری، قیام اللیل)
ہم تو حضرت عثمان بن ابان اور عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت سے
اب تک اہل مدینہ کو انتالیس مع الوتر تراویح ہی پڑھتے ہوئے دیکھتے
آ رہے ہیں۔
امام مدینہ نے حضرت داؤد بن قیس سے یہ مشاہدہ سننے کے بعد

لہ تذکرۃ الحفاظ و اکمال ملحقہ مشکوٰۃ

فرمایا کہ :

"واقعی آپ کا مشاہدہ حق ہے کیونکہ ہمارے نزدیک یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ قدیم الایام یعنی عہد صحابہ سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سنہ ۹۹ھ سے شروع ہوئی ہے اور بالاتفاق علماء امت آپ کی خلافت، خلافت راشدہ کا جزو ہے

تحفۃ الاحناف علامہ بنوری کی بات کو پڑھیئے :

"وقیل ثلاث وثلاثون رکعۃ"

بعض تعامل رکعات تراویح میں دوسرا مشہور قول انتالیس رکعات کا پڑھنے کا سلسلہ بھی ہے جس کے [illegible] ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

"یستحب ان یقوم الناس فی رمضان بثمان وثلاثین رکعۃ ثم یسلم الامام والناس ثم یوتر بهم بواحدۃ قال وھذا العمل بالمدینۃ قبل الحرۃ منذ بضع ومائۃ سنۃ الی الیوم (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۵)"

یعنی کہ لوگوں کو اس طرح سے تراویح پڑھنا مستحب ہے کہ وہ وتر کے سلام سے پہلے اڑتیس رکعات باجماعت سے پڑھیں پھر صرف ایک رکعت وتر کی مستقل الگ باجماعت سے پڑھیں کیونکہ مسجد نبوی کا یہ قدیم معمول رہا ہے جو کہ واقعہ حرہ سے بھی پہلے زمانہ سے جاری چلا آرہا ہے جس کو ہمارے زمانہ تک سو سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر رہا ہے۔

حنفی مذہب کی مستند درسی کتاب

کنز الدقائق کی شرح میں علامہ زیلعی نامور حنفی فقیہ نے مسجد نبوی مدینہ منورہ کا معمول تراویح یوں اعلان فرمایا ہے:۔

"وعند مالك ستة وثلاثون ركعة واحتج
على ذلك بعمل المدينة" (تبيين الحقائق ص...)

یعنی امام مالک عالم مدینہ کا مسلک چھتیس رکعات تراویح کا ہے جس کی دلیل و حجت وہ اہل مدینہ کا قدیمی معمول بیان کرتے ہیں۔

ملا علی قاری نے تعامل اہل مدینہ کو یوں اعلان کیا:۔

"ثم كان طائفة من السلف يقومون باربعين
ركعة ويوترون بثلاث وآخرون بست
وثلاثين واوتروا بثلاث وهذا الكل
حسن سائغ" (مرقاة)

اہل مدینہ چالیس اور چھتیس رکعت اور تین وتر پڑھتے تھے اور یہ سب بہتر اور اچھا ہے۔

مخالفت بات کیسے ان ہوئی

حنفی حضرات جو کہ اہل مدینہ کی تعداد رکعات تراویح اور دیگر مسائل تعداد رکعات وتر و رفع الیدین و آمین بالجہر سے اوپر اتنا بالخصوص اور کتاب و سنت کی مخالفت سے انکاری ہیں۔ اس خلفائے راشدین کے تمام معمول کو اپنی درست سمجھ کر لکھتے جاتے ہیں کہ گویا کہ وہ معمولات ہیں حالانکہ عقلاً اور نقلاً ہر حیثیت و اعتبار سے مدینہ منورہ کا معمول ہی معتبر اور مستند ہے۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے معمول تراویح کو دو طریق شکلوں میں ذکر کیجئے

ہیں۔ یعنی چھتیس، اڑتیس اور چالیس رکعات سوائے وتر، حالانکہ اہل مدینہ
کی تعداد دراصل چھتیس رکعات ہی ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعی حنفی کی شرح کنز کے حوالے سے نقل ہو چکا کہ:

"وعند مالك ستة وثلاثون ركعة واحتج على
ذالك بعمل اهل المدينة"

چھتیس رکعات کی دلیل کی بحث میں امام مالک نے عمل اہل مدینہ فرمایا
جس سے ظاہر ہے کہ معمول مدینہ درحقیقت چھتیس رکعات ہی تھے اور
سے اوپر تعداد رکعات وتر میں ہے اگر ایک ہی التحیات و سلام سے
پڑھے تو پانچ تک اتار [illegible] رکعات اور پھر اگر فصل سے تین وتر پڑھے
جائیں یعنی دو رکعات پڑھ کر سلام پھیرے، ایک وتر پڑھا جائے تو بھی اتنا ہی
جیسا کہ عبد الرحمن [illegible] امام مالک سے نقل ہو چکا۔

پھر اگر وصل سے پانچ رکعات وتر یعنی ایک ہی التحیات و سلام
سے پڑھے جائیں تو بھی اکتالیس رکعت ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت ابی [illegible]
روایت آ چکی ہے لیکن اگر پانچ وتر فصل سے یعنی دو دو رکعات الگ
سلام سے پڑھنے کے بعد ایک رکعت الگ پڑھا جائے تو بھی اکتالیس
اہل مدینہ کے نزدیک وصل اور فصل دونوں طرح وتر پڑھنا معمول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن ہی ایک رکعت کے [illegible]
ہو سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ احناف کے لئے ہے، علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ:

"مالکیہ امام مالک فرماتے ہیں: الست ركعة قبلها
شفع منفصل [illegible] قبلها من الشفع [illegible]

اقلها رکعتان (میزان الکبریٰ ج۱ ص۱۲۸)

وتر درحقیقت ایک ہی رکعت ہے لیکن اس سے پہلے کم از کم دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے وتر کی ایک ہی رکعت پڑھنی چاہیے۔

حضرت ابی ذئب جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں:

"ادرکت الناس قبل الحرۃ یقومون باحدی

و اربعین رکعۃ یوترون منها بخمس" (قیام اللیل ص۹۱)

یعنی میں صحابہ کرام (مدینہ منورہ) واقعہ حرہ سے بہت پہلے اکتالیس مع الوتر پڑھتے ہی دیکھتے آرہے ہیں، اس تعداد میں وہ پانچ رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔

حجۃ الاحناف ملا علی حنفی نے شرح نقایہ میں اسود کا معمول تراویح یوں لکھا ہے کہ:

"آپ چالیس رکعات تراویح کے بعد پھر سات رکعات وتر ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے"

حبر الامۃ امام شافعی (۱۵۰ھ) قریشی کو اپنا چشم دید مشاہدہ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے معمول تراویح کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"رایت الناس یقومون بالمدینۃ تسعا

وثلاثین رکعۃ" (قیام اللیل ص۹۲، فتح الباری ص۲۵۳)

میں نے خود مدینہ منورہ مسجد نبوی میں لوگوں کو انتالیس مع الوتر ہی پڑھتے دیکھا ہے۔

امام شافعی بالغ ہو کر تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں صحبت امام مدینہ میں پہنچے اور تا وفات ۱۷۹ھ ان کے تلمذ سے مستفیض ہوتے رہے (الکمال، تذکرۃ الذہبی، طبقات)

حتیٰ امام اعظم اور امام محمد کا متعدد قول [illegible] مسئلہ [illegible]

کی مشہور کتاب میں یوں ہے:

"و قالوا [illegible] [illegible] [illegible]

و قال [illegible] السنة فيها [illegible]"

([illegible] جلد ۲ [illegible] مصر)

جہاں [illegible] تراویح [illegible] لیکن امام مالک

فرماتے ہیں کہ:

"[illegible] رکعات [illegible]"

امام محمد کی [illegible] تراویح [illegible]

[illegible] رکعات [illegible]

[illegible]

[illegible]

اول [illegible] تراویح [illegible] تراویح [illegible]

[illegible] تراویح [illegible]

حضرت شافعی فرماتے ہیں:

"[illegible]

[illegible]" ([illegible] فتح الباری [illegible])

یعنی [illegible] رکعت [illegible]

[illegible] دیکھا ہے۔

[illegible] تراویح کی [illegible]

یوں بیان فرماتی ہے:-

"یطوفون بین کل ترویحتین طوافاً فقال لیصلون
رکعتین فلا یطوفون بعد الخامسة" ([illegible])

یعنے ہر چار رکعت تراویح پڑھنے کے بعد جو سات چکر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل پڑھتے لیکن پانچویں ترویحہ کے بعد طواف نہ کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہوئی کہ بیس رکعت تراویح کے ساتھ اہل مکہ چار طواف کرتے ہیں جس سے مزید آٹھ نوافل طواف سے شرف حاصل کرتے۔

گویا کہ اہل مکہ کا معمول تراویح اہل مدینہ کے معمول تراویح چھتیس رکعات اور تین یا پانچ رکعات وتر سے باعتبار فضیلت و ثواب کے اعتبار سے مثالی رکھتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اہل کوفہ نے مدینہ منورہ کے معمول تراویح کو چھوڑا لیکن مکہ مکرمہ سے باہر ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کے طواف اور مزید آٹھ نوافل سے قدرتاً محروم ہوتے ہیں۔ حرمین الشریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کے معمول تراویح سے مختلف ہو رہے ہیں۔

کرتے ہو ان سے جو کہ الٹی سمجھے
اپنا کیا آگے آتا ہی سمجھے

حنفی امام اعظم کا فتویٰ: امام محمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام فرماتے ہیں کہ

"اگر کوئی (حنفی) اہل مدینہ کی مستحب تعداد رکعات تراویح پڑھنا چاہتا ہے تو وہ اس طرح پڑھ سکتا ہے کہ بیس رکعت تو ہماری طرح جماعت سے پڑھے اور باقی اکیلا



ولا دو رکعت کے سلام سے چار ترویحات سے پڑھے،

پس سجدہ ہوا تا چاہیے؟

امام صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

- يصلي عشرين ركعة كما هو السنة ويصلي

الباقي فرادى كل التسليمتين اربع ركعات

وهذا اظهر مذهبنا (مبسوط سرخسی ج۲ ص۱۴۳)

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ابو داؤد رحمہ ربہ الرحیم

حکیم محمد اشرف [illegible]

مصنف رحمہ اللہ کی تصانیف

نمبر	نام کتاب	قیمت		نمبر	نام کتاب	قیمت	
۱	مقیاس حقیقت	۴.۰۰	روپیہ	۱۲	اکمل البیان (عربی)		زیر طبع
۲	نتائج التقلید	ختم ہے		۱۳	البشری لسعادة الدارین (عربی)	"	"
۳	تاریخ التقلید	۲.۵۰	"	۱۴	حقیقت حیات النبی حصہ اول	۱.۵۰	روپیہ
۴	پیغام جیلانی	۳.۵۰	"	۱۵	" " حصہ دوم		زیر طبع
۵	مقام اہلحدیث	۲.۵۰	"	۱۶	رسول اللہ کی نماز	۱.۰۰	"
۶	بریلوی عقائد و اعمال	۱.۵۰	"	۱۷	شرائع دارین		زیر طبع
۷	بریلویت کا پس منظر	۱.۲۵	"	۱۸	الشہاب الثاقب		" "
۸	برکات قیام رمضان مع اقوال اصحاب النعمان	۱.۲۵	"	۱۹	فرقہ وحیدیہ کی اصلیت اور پہچان		" "
۹	اکمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان	۶۵	پیسے	۲۰	شان محمد (پنجابی نظم)	۲۵	پیسے
۱۰	اکابر علماء دیوبند کا فیصلہ	۰.۶۵	"	۲۱	شمع توحید	۲۵	"
۱۱	فرقہ ناجیہ	۶۵	"	۲۲	سیرة النبی	۱۰	"
				۲۳	نتائج بدعات	۱۰	"
				۲۴	حقیقت ایمان	۱۰	"

مناظرہ جھنگ کلاں، ولایت محمدی، تحریک محمدی، تاریخ اہلحدیث پنجابی نظم میں اور بہت سی اردو نثر میں تھا جواب نایاب ہیں، ملک کا پیغام سکھ سنگتوں کے نام، ملک کی پکار سکھ سنگتوں کے پاس، گیانی جی کیوں مسلمان ہوئے وغیرہ رسائل بھی تھے۔

دار الاشاعت اشرفیہ سندھو ڈاکخانہ بلوکی براستہ چھانگا مانگا ضلع لاہور